کتاب و سنت اور اسلاف امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد حیدرآباد

Volume:12 Issue:7 July 2019

مدیر

مولانا محمد عبد القوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.idara.info

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

اشرف الجرائد کی توسیع و اشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

درسِ قرآن

حق تعالیٰ ظالموں کے کرتوتوں سے غافل نہیں

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰہِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ (سورۃ ابراھیم)

ترجمہ: اور یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو کچھ یہ ظالم کر رہے ہیں اللہ اس سے غافل ہے، وہ تو ان لوگوں کو اس دن تک کے لئے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی وہ سروں کو اوپر اُٹھائے دوڑ رہے ہوں گے، ان کی نگاہیں جھپکنے کو واپس نہیں آئیں گی، اور ان کے دل (بدحواسی میں) اُڑے جا رہے ہوں گے، اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم لوگوں کو اس دن سے خبردار کرو جب عذاب اُن پر آ پڑے گا، تو اس وقت یہ ظالم کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مدت کے لئے اور مہلت دیدیجئے تا کہ ہم آپ کی دعوت قبول کرلیں اور پیغمبروں کا اتباع کریں۔" (اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ:) "ارے کیا تم لوگوں نے قسمیں کھا کھا کر یہ نہیں کہا تھا کہ تم پر کوئی زوال نہیں آ سکتا؟ حالاں کہ تم ان لوگوں کی بستیوں میں رہ چکے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور یہ بات کُھل کر تمہارے سامنے آ چکی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے تمہیں مثالیں بھی دی تھیں، اور وہ لوگ اپنی ساری چالیں چل چکے تھے اور ان کی ساری چالوں

کا توڑ اللہ کے پاس تھا چاہے ان کی چالیں ایسی کیوں نہ ہوں کہ جن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جائیں" لہٰذا اللہ کے بارے میں ہرگز یہ خیال بھی دل میں نہ لانا کہ اُس نے اپنے پیغمبروں سے جو وعدہ کر رکھا ہے، اس کی خلاف ورزی کرے گا، یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے اقتدار میں سب پر غالب ہے (اور) انتقام لینے والا ہے۔

تشریح: سورۂ ابراہیم کے اس آخری رکوع میں خلاصہ کے طور پر انہی اہل مکہ کو پچھلی قوموں کی سرگذشت سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین اور اب بھی ہوش میں نہ آنے کی صورت میں قیامت کے ہولناک عذابوں سے ڈرایا گیا ہے، پہلی آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہر مظلوم کی تسلّی اور ظالم کے لئے سخت عذاب کی دھمکی ہے کہ ظالم اور مجرم لوگ اللہ تعالیٰ کی ڈھیل دینے سے بے فکر نہ ہو جائیں، اور یہ نہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے جرائم کی خبر نہیں، اس لئے باوجود جرائم کے وہ پھل پھول رہے ہیں، کوئی عذاب و مصیبت ان پر نہیں آتی، بلکہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں سب اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے، مگر وہ اپنی رحمت اور حکمت کے تقاضے سے ڈھیل دے رہے ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا، یعنی یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ غافل ہے، یہ خطاب بظاہر اُس شخص کے لئے ہے جس کو اس کی غفلت اور شیطان نے اس دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے، اور اگر اس کا مخاطب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں تو بھی مقصود اس سے امت کے غافلوں کو سنانا اور تنبیہ کرنا ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا امکان ہی نہیں کہ وہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو حالات سے بے خبر یا غافل سمجھیں، دوسری آیت میں بتلایا کہ ان ظالموں پر فوری طور سے عذاب نہ آنا ان کے لئے کچھ اچھا نہیں، کیونکہ اس کا انجام یہ ہے کہ یہ لوگ اچانک قیامت اور آخرت کے عذاب میں پکڑ لئے جائیں گے آگے ختم سورۃ تک اس عذابِ آخرت کی تفصیلات اور ہولناک وقائع کا بیان ہے۔

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ یعنی اس دن جب کہ پھٹی رہ جائیں گی آنکھیں، "مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ" یعنی خوف و حیرت کے سبب سر اوپر اٹھائے ہوئے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گے "لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ" اُن کی پلکیں نہ جھپکیں گی "وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ" اُن کے دل خالی بدحواس ہوں گے، یہ حالات بیان کرنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے کہ وَاَنْذِرِ النَّاسَ آپ اپنی قوم کو اس دن کے عذاب سے ڈرایئے، جس میں ظالم اور مجرم لوگ مجبور ہو کر پکاریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں کچھ اور مہلت دیجئے یعنی پھر دنیا میں چند روز کے لئے بھیج دیجئے تا کہ ہم آپ کی دعوت قبول کر لیں اور آپ کے رسولوں کا اتباع کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کر سکیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی درخواست کا یہ جواب ہوگا کہ اب تم یہ کہہ رہے ہو کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ ہماری دولت و شوکت کو زوال نہ ہوگا ہم ہمیشہ دنیا میں یونہی عیش و عشرت میں رہیں گے اور دوبارہ زندگی اور عالم آخرت کا انکار کیا تھا، وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ، ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب مشرکین عرب کو ہے، جن کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا ہے اَنْذِرِ النَّاسَ، یعنی ڈراؤ ان لوگوں کو، اس خطاب میں ان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اقوامِ سابقہ کے حالات و انقلابات تمہارے لئے بہترین واعظ ہیں تعجب ہے کہ تم ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے، حالانکہ تم انہی ہلاک شدہ قوموں کے گھروں میں بستے اور چلتے پھرتے ہو، اور تمہیں کچھ حالات کے مشاہدہ سے کچھ متواتر خبروں سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر کیسا سخت عذاب نازل کیا، اور ہم نے بھی تمہیں راہ پر لانے کے لئے بہت سی مثالیں بیان کیں، پھر بھی تم ہوش میں نہیں آتے، وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ یعنی ان لوگوں نے دین حق مٹانے اور دعوت حق قبول کرنے والے مسلمانوں کو ستانے اور ایذاء پہونچانے کے لئے بھرپور تدبیریں کیں، اور اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی سب کھلی اور چھپی ہوئی تدبیریں ایسی عظیم اور سخت تھیں کہ ان کے مقابلہ پر پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں، مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے یہ ساری تدبیریں گرد اور ناکام ہو کر رہ گئیں۔

جن مخالفانہ تدبیروں کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے، اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد پچھلی ہلاک شدہ قوموں کی تدبیریں ہوں، مثلاً نمرود، فرعون، قومِ عاد و ثمود وغیرہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں موجود مشرکینِ عرب کا حال بیان کیا گیا ہو کہ انہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں بڑی گہری اور دوررس سازشیں اور تدبیریں کیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس سب کو ناکام بنا دیا، اور اکثر مفسرین نے وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ میں لفظ اِنْ کو حرف نفی قرار دے کر یہ معنی کئے ہیں ممکن نہ تھا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں اور پہاڑ سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کا عزم و استقلال ہے کہ کفار کی کوئی چال اس پر اثر انداز نہیں ہو سکی۔

اس کے بعد امت محمدیہ کو سنانے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا ہر مخاطب کو یہ تنبیہ کی گئی، فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ یعنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے جو وعدے فتح و نصرت اور کامیابی کے کئے ہیں وہ ان کے خلاف کرے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست اور انتقام لینے والا ہے، وہ ضرور اپنے پیغمبروں کے دشمنوں سے انتقام لے گا، اور پیغمبروں سے جو وعدے کئے ان کو پورا کرے گا۔

تین جرم اوران کی سزائیں

حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ خان صاحب مدظلہٗ*

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ : اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِیْ الدُنْیَا نُزِعَتْ مِنھَا ھَیْبَۃُ الاِسْلامِ وِاِذَا تَرَکَتْ الاَمْرَ بِالمعْرُوْفِ والنَّھْیَ عَنِ المنْکرِ حَرُمَتْ بَرَکَۃُ الْوَحْیِ، وِاذَا تَسابّتْ اُمّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَینِ اللّٰہِ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت ووقعت اس کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکت سے محروم ہوجائے گی اور جب آپس میں گالی گلوج کرے گی تو اللہ جل شانہٗ کی نگاہ سے گرجائے گی‘‘۔

تشریح: اس حدیث میں تین جرم اوران کی تین سزائیں بیان کی گئی ہیں:

جلالِ اسلامی سے محرومی

ایک یہ کہ امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے اور مال ودولت اس کی نظر میں شرافت وعظمت کی دلیل ہوجائے تو اسلام کی ہیبت ووقعت اس سے نکال لی جائے گی۔

حکیم ترمذی نے فرمایا کہ اسلام کی اولین شرط یہ ہے کہ اپنے نفس کو اللہ کے حوالہ کریں اور نفس کو اللہ کے حوالہ کرنا اور اللہ کے لئے قربان کرنا عبادت ہے، اگر کوئی اس کے بجائے اللہ کی نظر میں حقیر چیز کو عظیم اور بڑا سمجھے تو عبودیت ختم ہوگئی اور وہ اپنے نفس کو اللہ کے لئے قربان کرنے پر قادر نہ ہوگا۔ جب دل میں یہ جذبہ ہونے کی وجہ سے باطن فاسد ہوگیا تو ہیبت ووقعت جاتی رہے گی، کیوں کہ جب کوئی دنیا کو عظمت کی نگاہ سے دیکھے گا تو

---

* مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم بنگلور

لامحالہ اللہ کے حقوق پر دنیا کو ترجیح دے گا کیوں کہ اللہ کے حقوق کی عظمت اور دنیا کی عظمت دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ ہاں جو اپنے نفس کو اللہ کے حوالہ کردے اور اس کو اللہ کی طرف متوجہ کردے، قربان کردے تو وہ اللہ کے بندوں میں سے ہوجاتا ہے اور اس کے خاص غلاموں اور مقربوں میں سے ہوجاتا ہے اور اس پر رُعب وہیبت وجلال نمایاں ہوتا ہے جیسے کوئی بادشاہ کا غلام خاص ہو تو بادشاہ کے غلام ہونے کی وجہ سے اس کو ایک وقعت اور ہیبت حاصل ہوتی ہے پس جب وہ اس کو چھوڑ کر دنیا کو عظیم خیال کرنے لگیں تو ان کی ہیبت ختم ہوجاتی ہے کیوں کہ وہ اب بادشاہ کا غلام نہیں رہا بلکہ وہ اپنے نفس اور خواہشِ دنیا اور شہوات اور اپنی سلطانی کا غلام ہوگیا۔ (نوادر الاصول فی احادیث الرسول: ۲/۲۷۰)

حاصل یہ ہے کہ جب اللہ کو چھوڑ کر امت مال و دولت کی پجاری بن جائے اور دنیا کو عظیم چیز خیال کرنے لگے تو اس پر سے اسلام کا رُعب وجلال نکال لیا جائے گا کیوں کہ دنیا جیسی حقیر و ذلیل چیز کو عظیم واعلیٰ سمجھنے کی بنا پر وہ اب اللہ کی مقرب و محبوب نہیں رہی، رُعب تو اس کو ملتا ہے جو بادشاہ کا غلام ہو اور اس کا مقرب ہو اور یہ بات بادشاہ کو عظیم اور اس کی ساری دولت کو اس کے مقابل حقیر سمجھنے اور بادشاہ کے سامنے ہر چیز کو ناقابلِ التفات خیال کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور جب اس امت نے اس کے برعکس دنیا کو عظیم سمجھا تو گویا اس نے اللہ کی توہین کی اس لئے وہ اب اللہ کی مقرب نہیں رہی اور اس لئے اس کو اس کی سزا یہ دی جاتی ہے کہ وہ لوگوں کی نظر میں ذلیل وحقیر کردی جاتی ہے اور کسی عظمت وعزت کی مستحق نہیں رہتی۔

مسلمانو! آج کے حالات پر غور کرو کہ کیا آج امت کا بیشتر طبقہ مال و دولت کی عزت وتعظیم نہیں کررہا ہے، اور اس کو عزت و دولت کا معیار بنایا ہوا نہیں ہے؟ اور کیا دنیا کے عہدے اور مناصب اور دنیا کی ڈگریاں اس کی نظر میں عظیم بنی ہوئی نہیں ہیں اور اس پر لوگوں کی ذلت عزت کو پرکھا نہیں جارہا ہے؟ اور بالکل کافرانہ و فاسقانہ روش کے مطابق صبح سے شام اور شام سے صبح تک دنیا کی تحصیل اور مال و دولت کے جمع کرنے اور من مانی خواہشات کے پورا کرنے میں اُمت کا بہت بڑا طبقہ لگا ہوا نہیں ہے؟ حتیٰ کہ نماز جیسی اہم چیز ان کو قطعاً یاد نہیں ہے اور یاد ہے تو اس کی کوئی پراہ نہیں، پھر اس پر بھی غور کرو کہ آج امت کی کوئی حیثیت ووقعت، ہیبت وعزت لوگوں کی نگاہ میں باقی ہے؟ جب لوگوں نے دینا جیسی حقیر چیز کو بڑا سمجھ لیا تو اللہ نے دنیا والوں کی نگاہ میں ان کو حقیر و ذلیل بنادیا، یہی حاصل ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کا۔

برکتِ وحی سے محرومی

دوسری بات یہ کہ اُمت اگر ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' چھوڑ دے گی تو وحی کی برکات سے محروم

ہوجائے گی۔ ’’امر بالمعروف اور نہی عن المنکر‘‘ وہ عظیم کام ہے جو حضراتِ انبیاء کو بطور منصب کے عطا فرمایا گیا، اس پر دین وشریعت کے بقا وتحفظ کا مدار ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے دین کے اوامر واحکام اور دین کے کمالات وخوبیاں دنیا میں ظاہر ہوتے اور باقی رہتے ہیں اور نہی عن المنکر سے دین اور دینی معاشرہ، بُرائیوں اور رذائل سے پاک رہتا ہے، تحریف وتبدل، حذف واضافہ، ایجاد واختراع سے محفوظ رہتا ہے اور ان کے ترک کرنے سے نہ دین کا تحفظ ہوسکتا ہے اور نہ اس کی خوبیاں لوگوں کے سامنے آسکتی ہیں، لہٰذا جب امر ونہی کا سلسلہ بند ہوگا تو دین کی بصیرت اور قلب کا نور ختم ہوجاتا ہے، حق وباطل کی تمیز اُٹھ جاتی ہے حتیٰ کہ معاشرہ میں ایمان وکفر کا، سنت وبدعت کا، حق وباطل کا فرق باقی نہیں رہتا جب ایسا ہوگا تو کیا ہوگا؟

حکیم ترمذیؒ فرماتے ہیں: قرآن ووحی الٰہی کو پڑھنے کے باوجود اس میں سے کوئی بات اس کے کانوں میں اُترے گی نہیں اور وہ اس کے فہم سے محروم ہوجائے گا حالاں کہ وہ لغت کو خوب جانتا ہوگا اور تفسیر سے اچھی طرح واقف ہوگا اور وہ اس کلام کے لطائف ومعنیٰ وعدہ ووعید اور اس کی امثال سے اندھا ہوگا، یہی وحی کی برکات ہیں جس سے وہ محروم ہوگا۔ (نوادرالاصول: ۲/۲۷۱)

غرض وحی کی یہ برکتیں کہ قرآن سمجھا جائے، اس سے نصیحت لی جائے، وعدۂ خداوندی پر خوشی اور وعیدِ ربانی پر ڈر وخوف پیدا ہو، اس زمانہ کے لوگوں کو حاصل نہ ہوں گی بلکہ وہ ان سے محروم ہوں گے۔

گالی گلوج خدا کی نظر سے گرنے کا سبب

اور آخری بات یہ فرمائی کہ امت جب آپس میں گالی گلوج کرے تو اللہ کی نگاہ سے گرجائے گی، کیوں کہ یہ گالی گلوج دراصل کبر اور مسلمانوں کی حقارت اور حسد وبغض اور دنیوی امور میں ایک دوسرے کی ریس کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ باتیں وہ ہیں جن سے آدمی اللہ کی نگاہ سے گرجاتا ہے اور جو اللہ کی نگاہ سے گرجائے وہ اللہ کی حفاظت ونگرانی سے نکل جاتا ہے جس سے اس پر دین ودنیا کے فتنے اور حوادث پیش آتے ہیں کیوں کہ اللہ کی نگاہ اور اس کی حفاظت کے زائل ہونے سے اس کی عظمت ختم ہوجاتی ہے اور وہ کسی بڑے گڑھے میں گرجاتا ہے۔

افسوس کہ آج امت میں یہ فتنہ بھی ظاہر ہوچکا ہے، اور ایک دوسرے کے خلاف گالی گلاج کا بازار گرم نظر آتا ہے، جس سے وہ اللہ کی نگاہوں سے گرچکی ہے، اے اللہ! تو ہی اس کا علاج فرما اور امت کو اس کی عظمتِ رفتہ عطا فرما۔ آمین

ابتدائیہ

موجودہ حالات میں راہِ عمل

از: مولانا سید خواجہ نصیر الدین قاسمی*

اس وقت ساری دنیا میں اسلام دشمنی اور مسلم کُشی زوروں پر ہے، سفاکیت و بربریت کی مثالیں قائم کرنے کے لئے طاغوتی فوجیں مقابلہ آرائی کررہی ہیں، اجتماعی وانفرادی قتل وغارت گری کے المناک واقعات صبح وشام آنکھوں کے سامنے گھوم رہے ہیں، بلکہ دانستہ دکھائے جارہے ہیں ،اقوام عالم میں مظلوم طبقوں بالخصوص مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ظلم وتشدد کے دلخراش حالات رونما ہورہے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، کسی خاص خطہ یا ملک ہی نہیں بلکہ کرۂ ارض کے گوشہ گوشہ سے یہ صدائیں آرہی ہیں کہ روئے زمین پر اِلٰہِ واحد کے پرستاروں کو جینے کا کوئی حق نہیں، جسے توحید کے گُن گانا ہو، جسے اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرنی ہو، جسے خدا کے گھروں کو بنانا اور آباد کرنا ہو، جسے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُسوہ اور ماڈل بنانا ہو، جسے قرانی تعلیمات عام کرنا ہو، جسے امن کے پیام بر بننا ہو، جسے محبت کی بولی بولنا ہو، جسے انسانیت کا دکھ درد بانٹنا ہو، جسے مظلوموں اور فروتروں کا ساتھ دینا ہو، وہ اِس دھرتی پر رہنے کے قابل نہیں ، اگر وہ جینا چاہتے ہیں تو اُنہیں کفر پر، شیطان کی پرستش پر، طاغوتوں کی روش پر، فرعونوں کی غلامی میں جینا ہوگا ورنہ اُنہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے گا، قوموں کو ڈرا دھمکا کر، ان کی املاک واموال کو ہلاک کرکے، جانوں کو نقصان پہنچا کر خوف وہراس کا ماحول بنانے کوششیں نہ صرف جاری ہیں؛ بلکہ روز افزوں ہیں۔

اقوام وملل کی تاریخ میں یہ ہوتا رہا ہے کہ جب قومیں اقتدار کے نشہ میں بدمست ہوجاتی ہیں، بالا دستی کا گھمنڈ وغرور اُنھیں سرکش اور باغی بنا دیتا ہے تو رعایا پر ظلم کرنا، ان کے املاک کو تباہ کرنا، ان کی معاشی خوشحالی پر للچائی نظریں ڈالنا، باعزت لوگوں کو ذلیل ورسوا کرنا، عورتوں اور بچوں کو اسیر بنانا، نوجوانوں کو ہلاک کرنا، اور ذلت ونکبت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرنا اُن حکمرانوں کا وتیرہ بن جاتا ہے۔ ملکۂ سبا کے اس حقیقت پر مبنی

*استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

تجزیہ کو قرآن نے ان الفاظ میں محفوظ کیا ہے: اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً (بلا شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے خراب کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت باشندوں کو ذلیل کرتے ہیں) فرعون مصر اور اس کی قوم کا حال قرآن نے بایں الفاظ واضح کیا: اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۝۴ (بلاشبہ فرعون زمین میں (حکومت واقتدار کے اعتبار سے) بڑھ چڑھ گیا تھا، اور اس نے وہاں کے لوگوں کی کئی قسمیں بنا رکھی تھیں، ان میں ایک جماعت (بنی اسرائیل) کو کمزور بنا رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا، بلاشبہ وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا)

عہدِ رسالت کے مکی دور میں کفار ومشرکین کو اقتدار وبرتری حاصل تھی، اسلام کے اس دورِ اول کی تاریخ اُٹھا کر دیکھئے، کیا کفار ومشرکین نے اسلام لانے والوں کو کبھی بخشا ہے؟ جس کا اسلام ظاہر ہوا وہ ضرور ظلم وستم کی چکی میں پیسا گیا، اُنھیں مسلمانوں سے شدید نفرت وعداوت تھی، مسلمانوں کو دیکھتے تو تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی، لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (مسلمانوں سے تمام آدمیوں سے زیادہ عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور کفار ومشرکین کو پائیں گے) اسی عداوت کا نتیجہ تھا کہ مکی دور میں کفار ومشرکین اور مدنی دور میں یہودی صحابہ کرامؓ پر ظلم وستم ڈھاتے اور ان کے خلاف سازشیں کرتے تھکتے نہیں تھے، (اور آج بھی مسلمانوں کے لئے یہی دو قومیں زیادہ آزمائش کا سبب بنی ہوئی ہیں،) چناں چہ صحابہ کرامؓ پر اجتماعی (ہجومی) حملہ بھی ہوا، سخت دھوپ میں تپتی ریت پر لٹائے گئے، چٹائی لپیٹ کر آگ کی دھونی دیے گئے، گرم پتھروں پر لٹا کر سینے پر ظالم کھڑے ہوگئے، جانوروں سے باندھ کر مخالف سمتوں میں بھگایا گیا، ہجرت کرنے والوں کا راستہ روکا گیا، مال ودولت چھین لی گئی، اہل وعیال سے بچھڑا دیا گیا، اُنھیں مار پیٹ کر لہولہان کیا گیا، اندھا کر دیا گیا، حاملہ عورتوں کے حمل گرائے گئے، صحابہ کرام ظلم کی تاب نہ لا کر مجبور وبے بس ہوگئے، حضرت خبابؓ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن تکلیفوں کی شکایت کی جو مشرکین مکہ سے پہنچتی رہتی تھیں اس وقت آپ کعبہ کے سایہ میں چادر سے تکیہ لگائے تشریف فرما تھے، ہم نے عرض کیا، کیا آپ اللہ سے دعا نہیں فرماتے؟ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے بعض مسلمانوں کو زمین میں گڑھا کھود کر کھڑا کر دیا جاتا تھا، پھر آرا لا کر سر کے اوپر سے لے کر (نیچے تک) چیر دیا جاتا تھا، جس سے ان کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے، یہ تکلیف بھی ان کو ان کے دین سے نہیں روکتی تھی، اور ان کے سروں میں لوہے کی کنگھیاں کی جاتی تھیں جو گوشت سے گذر کر ہڈی اور پٹھے تک پہونچ جاتی تھیں اور یہ چیز بھی اُنھیں ان کے دین سے نہیں روکتی تھی۔ (مشکوٰۃ) یعنی

صبر و ہمت سے کام لو، دین پر قائم رہو۔ یہ حالات آنے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی کہہ کر مسلمانوں کو حوصلہ دیا اور ان کی ہمت بڑھائی: کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں یونہی چلے جاؤ گے حالاں کہ تم پر ایسے حالات نہیں آئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر آئے، ان پر (مخالفین کی طرف سے) ایسی ایسی تنگیاں اور سختیاں آئیں اور (مصائب سے) دو چار ہوئے کہ (اس زمانے کے) پیغمبر اور ان کے ساتھ اہلِ ایمان بھی بے تاب ہو کر بول اُٹھے اللہ مدد (موعود) کب آئے گی؟ (انھیں جواب میں تسلی دی گئی کہ) یاد رکھو! اللہ کی مدد (بہت) قریب ہے)۔ (سورۂ بقرہ: ۲۱۴)

ایک اور جگہ فرمایا: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ۞ وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَلَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ۞ ''کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا، بلا شبہ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا، سو اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور جان لے گا (ایمان لانے میں) سچوں کو اور جھوٹوں کو۔ (سورۂ عنکبوت) معلوم ہوا کہ آزمائشیں، حالات، مخالفین کی طرف سے ایذا رسانیاں زمانہ قدیم سے انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین پر آتی رہیں اور آئندہ بھی آتی رہیں گی، اس سے مسلمانوں کو گھبرانے، خوف و ہراس میں مبتلا ہونے کے بجائے ایمان کو مضبوط رکھنے اور دین پر صبر و استقامت سے جمے رہنے کی ضرورت ہے کہ یہی انبیاءِ سابقین، اولیائے صادقین، کی سنت اور اُسوہ ہے۔

خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ اور یہودِ مدینہ نے طرح طرح کی اذیتیں دیں، آپ کی دعوت و تبلیغ کو روکنے کے لئے کفار و مشرکین ابو طالب سے بار بار نمائندگی کرتے رہے اور اسلام کو روکنے کی بہت کوششیں کیں شعب ابی طالب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صحابہ اور خاندان کے ساتھ محصور کر کے تین سال تک کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا۔ آپ کو گالیاں دی گئیں، مجنون و ساحر کہا گیا، آپ کے روئے مبارک پر تھوکا گیا، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، آپ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی گئی، اہل طائف نے آپ کو خون آلود کر کے چھوڑا، منافقین اور یہود بے بہود نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خوب سازشیں کیں اور دین حنیف کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل پر تہمیں لگائی گئیں، غزوۂ اُحد میں آپ کے چچا کا مثلہ کیا گیا، حدیبیہ میں غیر منصفانہ شرائط منظور کرائی گئیں، بیڑیوں میں جکڑے ہوئے فریادی کی مدد سے روک دیا گیا، اس موقعہ پر صحابہؓ کا تحمل اور قوت برداشت جواب دے گئی، وہ بول اُٹھے، کیا یہی فتح مبین ہے؟ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ کیا آپ نبیِ برحق نہیں ہیں؟ پھر جب مکہ فتح ہوا اور اسلامی افواج فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئیں، سینوں

میں دبے ہوئے جذبات نے پھر انگڑائی لی اور زبانوں پر یہ نعرہ تھا ’’الیوم یوم الملحمہ‘‘ آج انتقام کا دن ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعرہ بدلا اور فرمایا ’’الیوم یوم المرحمہ‘‘ آج رحم وکرم کا دن ہے، بس آپ کے اک اشارۂ چشم پر سب سہار گئے، مچلتے جذبات کو لگام لگائی، صبر کے کڑوے گھوٹ پی گئے، یہ سب کچھ ہوا؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرامؓ دین کی دعوت دیتے رہے، صبر واستقامت کے ساتھ حق تعالیٰ کے دین کی اشاعت کرتے رہے، اور اولوالعزمی کا مظاہرہ کیا۔

حاصل اس اجمال کا یہ ہے کہ اہل ایمان کو ہر دور میں مخالفین سے سابقہ پڑا ہے اور پڑتا رہے گا، اور اس آزمائش میں کامیابی اس راہ پر چلنے سے ملے گی جس پر انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین چلتے رہے، موجودہ حالات میں لائحہ عمل کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ سے بہترین اُسوہ کس کا ہوسکتا ہے جسے اپنایا جاسکے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ مشتعل ہوتے جذبات کو قابو میں کرنے کی کوشش کریں، حکمت نبوی کو اپنائیں، صحابہ کرامؓ کے احوال سے صبر واستقامت کا سبق لیں، احکامِ الٰہی کو اپنے ہاتھوں پامال نہ ہونے دیں اتباع شریعت کا اہتمام رکھیں، حق تعالیٰ کے دین کی حمایت ونصرت میں لگے رہیں، توبہ واستغفار کا زود اثر تریاق استعمال کریں، حق تعالیٰ کی مدد ونصرت ضرور آئے گی جیسا کہ پہلے آچکی ہے۔

ان حالات سے نمٹنے کے لئے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو دو کاموں کی ہدایت دی، فرمایا:

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ ’’تم لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں ضرور بالضرور آزمائے جاؤ گے، اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے تم ضرور بالضرور دل آزار باتیں سنو گے، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے‘‘

(سورۂ اٰلِ عمران:۱۸۶)

مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو بتلایا گیا ہے کہ صبر اور آزمائش کے جو واقعات تمہارے سامنے آئے یہ نہ سمجھو کہ یہ آخری ہیں ان کے بعد بھی ایسے واقعات پیش آتے رہیں گی جن سے تمہاری آزمائش ہوتی رہے گی، آزمائش جانوں میں بھی ہوگی اور مالوں میں بھی ہوگی، ہمت وحوصلہ کے ساتھ برداشت کرتے رہو، نیز اہل کتاب یہود ونصاریٰ اور مشرکین تمہیں ایذائیں پہونچاتے رہیں گے، اور ان سے ایسی باتیں سنو گے جس سے تمہیں دُکھ پہونچے گا، دشمن اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے گا، تمہیں ان کی ایذاؤں سے اور بدزبانیوں سے گھبرانا نہیں چاہیئے، صبر اختیار کرو اور تقویٰ کو ہاتھ سے جانے نہ دو، تمہارے لئے اسی میں

خیر ہے اور صبر وتقویٰ اختیار کرنا ہمت کے کاموں میں سے ہے، صبر کرنے سے تسلی ہوتی ہے اور تقویٰ سے اعمالِ صالحہ کی تکمیل ہوتی ہے، جب یہ دونوں چیزیں اختیار کریں تو دشمن کی دل آزاریوں سے صرف نظر کرنا آسان ہوگا۔

یہ سوال ذہن میں آئے گا کہ ان کافروں، ظالموں کا کیا انجام ہوگا؟ تو ظلم نہ کبھی باقی رہا نہ باقی رہے گا، چند روزہ زندگی میں ظالم یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کو کوئی پکڑنے والا نہیں، حالاں کہ وہ بہت جلد اس دنیا میں یا آخرت میں ضرور اپنے کئے کو بھگتیں گے، پڑھئے! حق تعالیٰ نے پچھلی قوموں کو کیا جواب دیا جب انہوں نے اپنے پیغمبروں سے حجت کی۔

ارشاد ہے: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ (اور اُن کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے، یا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ، پس ان رسولوں پر ان کے رب نے وحی نازل فرمائی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کریں گے اور ان کے بعد تم کو اس سرزمین میں آباد رکھیں گے، یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے) (سورۂ ابراھیم: ۱۴)

بس مسلمان حالات کا رونا رونے، پست ہمت ہونے، خوف وہراس میں مبتلا ہونے سے باز آئیں، عزم وحوصلہ کے ساتھ حالات کا مقابلہ کریں، طیش میں آکر غلط اقدام کرنے اور مزید اپنا نقصان کرنے کے بجائے رجوع الی اللہ کریں، اُس کے احکام کو اپنی عملی زندگی میں لانے کی فکر وسعی کریں، اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا، ہماری زبانوں پر دلوں میں وہی بات ہونی چاہیئے جو پچھلے ایمان والوں نے کہی: وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ''ہمیں اللہ پر بھروسہ کرنے میں کونسا امر مانع ہے جب کہ اس نے ہم کو (دنیا وآخرت کی بھلائی کے) ہمارے راستے بتلائے اور تم نے جو کچھ ہم کو ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔''

اللہ پاک ہم کو صبر وہمت سے کام لینے اور اپنے احکام کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گوشۂ سیرت

از: مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی*

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اب بس کردیجیے

روئے زمین پر آج حق و باطل کا فیصلہ کن معرکہ ہے، غزوہ بدر کا دن ہے، ایک طرف تین سو تیرہ نہتے مجاہدین ہیں تو دوسری طرف ایک ہزار مسلح کفار و مشرکین کی جمعیت، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے چینی و بے قراری یہ سوچ کر لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی ہے کہ اگر اللہ کے یہ نہتے مجاہدین راہِ خدا میں آج کام آ گئے تو اس کے دین کا کیا ہوگا !

صبح کا وقت ہے، جنگ شروع کرنے کے لیے دونوں فریقین اپنی تیاری کے آخری مراحل مکمل کر چکے ہیں ،اچانک رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر اپنے سامنے موجود کفار کی بھاری بھر کم مسلح جمعیت پر پڑتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے اپنے خیمہ میں تشریف لے جاتے ہیں، قبلہ رو ہوتے ہیں اور اپنا دست مبارک اللہ کے حضور میں بڑی الحاح وزاری کے ساتھ پھیلا کر یوں دست بدعا ہوتے ہیں۔

اے میرے رب! تو نے مجھ سے جس فتح کا وعدہ فرمایا ہے آج اس کو پورا کر۔

اے اللہ! اگر تیرے یہ بندے آج کے دن شہید ہو گئے تو روئے زمین پر تیری عبادت کا سلسلہ ہی قیامت تک بند ہو جائے گا۔ (اس لیے کہ یہ آخری امت ہے اور اس کے بعد کوئی امت آنے والی نہیں)۔

اس ابتہال و تضرع میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر بھی بدن مبارک سے گر جاتی ہے، اسی وقت خیمہ میں صدیق اکبر داخل ہوتے ہیں، گری ہوئی چادر کو واپس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک پر ڈال دیتے ہیں، پھر پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چمٹ جاتے ہیں اور دست مبارک پکڑ کر کہنے لگتے ہیں :۔

اے اللہ کے رسول! اب بس کر دیجیے، آپ کے رب نے آپ کی گریہ وزاری سن لی، وہ آپ سے کیا ہوا آپ کے غلبہ و فتح کا وعدہ عنقریب پورا کر دے گا۔

دعا سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرہ پہن کر اپنے خیمہ سے مقابلہ کے لیے نکلتے ہیں اس وقت زبان مبارک پر یہ جملہ جاری ہوتا ہے۔

* استاذ حدیث وتفسیر جامعہ اسلامیہ بھٹکل

’’تھوڑی ہی دیر میں کافروں کوشکست ہوگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے‘‘

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ (سورۃ القمر)

کچھ ہی دیر میں یہ آیت اترتی ہے کہ تم سب اپنے رب سے مدد طلب کررہے تھے تو اس نے تمھاری دعا سن لی اور ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کی۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿۹﴾

ترجمہ:۔ جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کرلی کہ ہم ہزار فرشتوں سے جو ایک کے بعد ایک آئیں گے تمہاری مدد کریں گے۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی: ۳۵۹۳)

(مجالسِ نبوی: ۱۳۴)

مبارک ہو مبارک ہو

نتیجہ فکر: مفتی اکرام الحسن مبشرؔ قاسمی *

تمہیں اب حج پہ جانا ہے مبارک ہو مبارک ہو	سفر دلکش، سہانا ہے، مبارک ہو مبارک ہو
بہت مخصوص بندوں کو بلاوا رب کا آتا ہے	یہ بخشش کا بہانہ ہے، مبارک ہو مبارک ہو
خدایا تیرے در پر اب میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں	یہی نعرہ لگانا ہے، مبارک ہو مبارک ہو
نظر کعبے پہ پڑتے ہی دعائیں مانگ کر رب سے	نصیب اپنا سجانا ہے، مبارک ہو مبارک ہو
وہ بوسہ حجرِ اسود کا، صفا مروہ کی ہر چکر	ادائے عاشقانہ ہے، مبارک ہو مبارک ہو
وقوف و رمی و قربانی، طوافوں کا ہے یہ مقصد	رِضائے رب کو پانا ہے، مبارک ہو مبارک ہو
جو جانا شہرِ طیبہ کو تو رو کر حال امت کا	پیمبر کو بتانا ہے، مبارک ہو مبارک ہو
گزارش آپ سے ہے یہ سلام آقا کے روضے پر	ہمارا بھی سنانا ہے، مبارک ہو مبارک ہو
ہمیں بھی یاد کرلینا دعاؤں میں ہر اک لمحہ	گزارش عاجزانہ ہے، مبارک ہو مبارک ہو

یہ جو اللہ کے مہمان ہیں ان کے لیے اکرامؔ
لبوں پر یہ ترانہ ہے مبارک ہو مبارک ہو

* استاذ شعبہ معہد الاشرف، اکبر باغ

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

حضرت ام اسحاق غنویہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: یہ جلیل القدر خاتون مکہ مکرمہ کی باسی تھیں، اچھے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، علامہ ابن عبدالبر نے ''الاستیعاب فی معرفة الاصحاب''اور ابن اثیر نے ''اسد الغابة''اور ابن حجر نے ''الاصابة فی تمییز الصحابه''میں ان کا مختصر تذکرہ کیا ہے۔

قبول اسلام: یہ نہایت بہادر اور جری خاتون تھیں، نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد مسلمان ہوئیں، اس کے نتیجے میں ان کو سخت تکالیف سے دو چار کیا گیا، ابتداءً ان کے قبول اسلام کا کسی کو پتہ نہ چلا، ایک روز اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھیں اور آہستہ آہستہ کچھ پڑھ رہی تھیں، ان کے پڑھنے کی آواز ان کے والد کے کانوں سے ٹکرائی، وہ بیدار ہوکر کان ان کی طرف لگا دیئے، کچھ دیر تو چپ چاپ سنتے رہے؛ لیکن تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر بیٹھ گئے اور بیٹی کو آواز دی؛ مگر کوئی جواب نہ آیا، اب باپ غصے سے بے تاب ہوگیا اور خشم گیں آواز میں بیٹی سے کہا:

ام اسحاق تم کیا پڑھ رہی تھیں، کیا وہی محمد (ﷺ) کا کلام، جس کی پاداش میں انہیں اپنے آبائی وطن اور خاندان ومکانات سے ہاتھ دھوکر جانا پڑا، انہیں اپنی جائیدادوں سے دست کش ہونا پڑا، اور اقرباء اور اعزاء سے جدائی اختیار کرنی پڑی، تم اس کی تابعداری کر کے مجھے بدنام کرنا چاہتی ہو، اگر تم اس سے باز نہ آئیں اور محمد ﷺ کی اطاعت سے کنارہ کشی نہ اختیار کی تو میری برادری میں میری رسوائی ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس نئے دین کو ترک کردو ورنہ میں تمہیں سخت وسنگین سزادوں گا۔

انہوں نے کہا: اے والد محترم! میں نے قبول اسلام کرلیا ہے، اور میں نے دین محمدی کی حقانیت وصداقت کو تسلیم کرلیا ہے، جس کے مقابلے میں آباء واجداد کا دین کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

---

* رفیق تصنیف دارالدعوۃ والارشاد، حیدرآباد، واستاذ حدیث دارالعلوم دیودرگ

بیٹی نے اسلام کی حقانیت اور صداقت پر مشتمل تعلیمات کا باپ سے تذکرہ کیا کہ اسلام کا حکم یہ ہے کہ چوری نہ کرو، کسی کو تنگ نہ کرو، دنیا میں خون ریزی نہ کرو، اس عالم آب وگل میں فساد نہ مچاؤ، لوٹ کھسوٹ نہ کرو، ڈاکے اور غصب کو ترک کرو، ہمسایہ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، بڑوں کی عزت کرو، چھوٹوں پر رحم کرو، اور ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرو، اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور سچ بولو اور جھوٹ نہ بولو۔

غضبناک باپ نے جب اسلام کی ان باتوں کو سنا تو اس کا دل پسیج گیا، اس نے اسلام کی تعلیمات کی صداقت چاہی تو بیٹی نے کہا: اسلام کی یہی تعلیمات ہیں۔

ہجرت مدینہ:

حضرت ام اسحاق غنویہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ کی ہجرت کا شرف حاصل کیا اور نبی کریم ﷺ کی وصال کے بعد ایک عرصہ تک حیات رہیں، خلفاء راشدین کا زمانہ بھی پایا اور کئی ایک جنگوں میں شرکت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

وہ اپنی ہجرت کا واقعہ بیان کرتیں ہیں کہ: وہ اپنے بھائی کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئی، ایک جگہ پہنچے تو بھائی نے کہا: تم یہاں ٹھہرو، میں اپنا نفقہ مکہ میں بھول آیا ہوں، اسے لے آؤں گا، انہوں نے کہا: مجھے اپنے مشرک شوہر سے ڈر ہے کہیں وہ تمہیں کچھ تکلیف نہ پہنچائے، بھائی نے کہا: اللہ نے چاہا تو میں صحیح سالم واپس آؤں گا۔ وہ تین دن تک وہاں رکی رہیں، لیکن بھائی واپس نہیں آیا، ایک دن وہاں سے ایک شخص کا گذر ہوا تو اس نے پوچھا: ام اسحاق یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ ''ما یقعدک ھھنا'' (اسد الغابۃ: ۱/۲۰۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت) تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ فرمایا: اپنے بھائی کے انتظار میں بیٹھی ہوں جو مکہ گئے تین دن ہو گئے، واپس نہیں آئے، اس نے کہا: تیرے بھائی کو تیرے شوہر نے قتل کر دیا، اس کی وجہ سے ان کو سخت صدمہ ہوا، پھر وہاں سے چل کر تنہا مشقت کے ساتھ مدینہ پہنچیں۔

مسجد نبوی میں حاضر ہوئیں تو نبی کریم ﷺ وضو فرما رہے تھے، روتے ہوئے آپ ﷺ کو بھائی کے قتل کی اطلاع دی، آپ ﷺ نے سن کر پانی کا چلو بھرا اور ان کے چہرے پر چھڑک دیا، ام حکیم بیان کرتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ام اسحاق کو ایسی تسکین حاصل ہوئی کہ ان پر کوئی بڑی مصیبت بھی آپڑتی تو روتی نہیں تھی۔

ان کی تاریخ وفات اور دیگر احوال کا تذکرہ نہیں ملتا۔

اصلاحی مضامین

عازمینِ حج کی خدمت میں....

حافظ محمد عبد المقتدر عمران*

اسلام کی عمارت جن پانچ ستونوں پر قائم ہے ان میں ایک حج بھی ہے جو اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ جس طرح ہر عبادت کی اپنی ایک انفرادی شان اور جداگانہ حیثیت ہے اسی طرح حج کا بھی ایک نمایاں مقام اسلامی عبادات میں ہے۔ حج کے تمام ارکان و اعمال میں جن اداؤں کی نقل کروائی جاتی ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی ادائیں ہیں جنہوں نے خدا کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کیا تھا اور اس کی اطاعت و فرماں برداری میں پوری زندگی کو قربان کیا تھا۔ حج اطاعت و فنائیت سے لبریز فریضہ ہے۔ اللہ رب العزت والجلال نے اپنے فرمان میں آقائے دو جہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ مزاجِ براہیمی پر اپنی امت کی تربیت کیجئے اور مزاج براہیمی قربانیوں والا مزاج ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آپ کی وفا شعار بیوی حضرت ہاجرہ اور فرماں بردار بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ہر قدم پر اطاعتِ الٰہی کا ایسا نمونہ پیش کیا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے آگے اس طرح تیار رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان وفا شعاروں کی اطاعت وفنائیت والی اداؤں کو ہمیشہ کے لیے باقی رکھنے کا فیصلہ فرمایا اور حج جیسی عظیم عبادت میں اسی محترم مقام پر دنیا بھر کے مسلمانوں سے عہد محبت و مودت کو تازہ کروانے اور اطاعت و فرماں برداری کا وعدہ لینے کے لیے ان ہی کے نقش قدم کی پیروی کو ضروری قرار دیا ہے۔

ایک بندہ جب اپنے وطن اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر اپنی عادات واطوار اور زیب و زینت کی تمام شکلوں کو بالائے طاق رکھ کر فقیروں، محتاجوں اور مسکینوں کی شکل اختیار کر کے بحالتِ احرام بارگاہ ایزدی میں لبیک اللھم لبیک کی صداؤں کے ساتھ سعادتِ عظمیٰ سے مشرف ہونے کے لئے پہنچتا ہے تو پھر اس کو چاہیے کہ اپنے رب سے آہ وزاری کرتا رہے، رقتِ قلب کے ساتھ اپنے اہل وعیال کے لئے، اعزاء واقارب کیلئے اور اپنے ملک وملت کیلئے دعائیں کرتا رہے، خداوندِ قدوس کے حضور سر بسجود ہو کر گڑگڑائے، عاجزی اختیار

*مدیر عصر حاضر اسلامی پورٹل

کرے اور کوشش یہ کرے کہ اس زرین موقعہ سے بھر پور مستفید ہو کر ماں کی گود سے پیدا ہونے والے معصوم کی طرح سارے گناہوں سے پاک وصاف ہو کر اپنے گھر لوٹے۔گھر سے نکلنے سے لے کر واپس آنے تک قدم بہ قدم احکاماتِ الٰہی کو ملحوظ رکھنا، خرافات سے بچتے ہوئے اس فریضہ کی تکمیل کی فکر کرنا اس کے لئے از حد ضروری ہے۔

گزشتہ چند سالوں سے موبائل اور انٹرنیٹ نے حج جیسے مقدس فریضہ کو بھی تماشہ بنا دیا، حاجیوں کی بڑی تعداد دورانِ حج اپنے موبائل فون میں اوقات کو ضائع کر رہی ہے۔کوئی گھنٹوں باتیں کر رہا ہے تو کوئی تصویریں اور ویڈیو بنا رہا ہے، نہ کعبۃ اللہ کا تقدس نہ ہی گنبد خضراء کا احترام، ان کو پس پشت ڈال کر تصویر بنانے کو اپنی خوبی سمجھتے ہیں اور پھر ان تصویروں کو سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کر دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ یہ تصاویر پوری دنیا میں گشت کرتی پھرتی ہیں، اب بتائیے خلوص کہاں باقی رہے گا اور اس طرح کی حرکات سے عبادت کی روح مجروح ہوتی ہے اور حج ایک فریضہ کے بجائے سوشل ایونٹ بن کر رہ جاتا ہے، حد تو یہ ہے کہ طواف کعبہ، سعی کے دوران، منیٰ مزدلفہ میں عرفات کے میدان میں حتیٰ کہ رمی جمرات کے موقع پر شیطان کو کنکریاں مارتے مارتے بھی سیلفی اور ویڈیو کالنگ کا تماشہ نہیں رکتا۔ اس کے علاوہ قیامگاہوں پر خبریں دیکھنے کی غرض سے ٹی وی کھولنے پر بے حیائی کے مناظر سامنے آتے ہیں جس سے کیا کرایا سب ضائع ہوجاتا ہے، اس طرح کی ہر چھوٹی بڑی غلطی سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی جانی چاہیے۔

ایک مہتم بالشان فریضہ کی ادائیگی کیلئے اپنی زندگی کی کمائی کا ایک بڑا حصہ لگا کر بھی اتنے عظیم مقاصد سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کی افادیت سے محروم اور اس کی روح کو مجروح کرنا گویا ڈھیر ساری کمائی ہوئی پونجی گنوا کر اپنے اوپر اس کا وبال مسلط کر لینا ہے۔لہذا: سعادتِ حج سے مشرف ہونے والے خوش نصیبوں کی خدمت میں یہی معروضہ ہے کہ اس طرح کی حرکات سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے فریضہ کو بہتر طور پر مکمل کرنے کی فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام کے حج کو قبول فرما کر اس سے ملنے والی ساری نعمتوں سے آپ کو سرفراز فرمائے اور کتنے ایسے غریب جو اس سعادت سے مشرف ہونے کی تمنائیں اپنے دلوں میں رکھتے ہیں ان کی تمناؤں کو پوار فرمائے۔آمین

اصلاحی مضامین

فیشن کی دنیا میں بیوٹی پارلر اور مادہ پرست عورتیں

از: مولانا محفوظ الرحمن فاروقی*

بیوٹی پارلر کا چلن بہت عام ہو رہا ہے اور اکثر عورتیں اس کی عادی ہو رہی ہیں۔ یہ ایک انگریزی لفظ (Beauty Parlour) ہے۔جس کے معنی اردو میں "افزائش حسن کا ادارہ" ہے۔آج کل عورتوں میں بہت ساری خواہشیں جنم لے رہی ہیں، وہیں مادہ پرست عورتیں و مرد اس خواہش کے غلام بنتے جا رہے ہیں، بدن پر مختلف قسم کے نقش و نگار بنانا، بال تراشنا، سینے کے ابھار کو بڑھانا اور کوئی خاص شکل دینا، چہرہ کی مالش، بالوں اور بھنوؤں کو مزین کرنا، بالوں کے فطری رنگوں کو اُڑانا، ہونٹوں کی ساخت میں تبدیلی، مصنوعی تل بنانا، لمبے لمبے ناخنوں پر ڈیزائن بنانا، ناخن پالش سے خوبصورتی پیدا کرنا، ہاتھوں، پیروں اور بدن کی مالش کرانا، جلد کی رنگت تبدیل کرنا، بدن کے ظاہری اور چھپے حصوں پر مہندی کے ڈیزائن بنوانا وغیرہ وغیرہ۔

اسلام میں کچھ چیزوں کی اجازت ہے اور کچھ چیزوں کی ممانعت، دین و شریعت کے پابند مسلمان مرد و عورت کو ہر کام کے کرنے سے پہلے اس کا شرعی حکم معلوم کرنا ضروری ہے۔قرآن کہتا ہے فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ ترجمہ: پوچھو اہل علم سے اگر تمہیں معلوم نہیں۔

اسلام میں ہر جائز فطری خواہش کی تکمیل کی اجازت ہے اور آرائش و زیبائش انسانی فطرت میں داخل ہے اور عورتوں کے اندر اس کا جذبہ مردوں سے زیادہ ہوتا ہے۔اسلام نے آرائش و زیبائش کی اجازت ضرور دی ہے لیکن اس کی حد مقرر کر دی ہے۔ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو زیب و زینت کے ترک (چھوڑنے) پر نکیر فرمائی تھی اور ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایک عورت کو مہندی لگانے کی ترغیب دی تھی۔

عورتوں کو رنگین اور ریشمی کپڑے، سونے چاندی وغیرہ کے زیورات پہننے کی اجازت اسی کے پیش نظر دی گئی ہے کہ یہ ان کے حسن کو دوبالا کرتی ہیں۔اسلام نے عورتوں کو بننے سنورنے اور آرائش و زیبائش کی اجازت اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے دی ہے۔آج کل عورتیں اسی اجازت کا غلط استعمال بلکہ ناجائز استعمال کرتی ہیں

* امیر مرکز علوم شرعیہ، بھڑکل گیٹ، اورنگ آباد

کہ بجائے شوہر کے دوسروں کے لیے بنتی سنورتی ہیں۔

شوہر کے سامنے گھر میں ایسے کپڑے اور ایسی حالت بنا کر رکھتی ہیں کہ جیسے کوئی خادمہ ونوکرانی ہے اور باہر گھومنے کے لیے جائے تو حسن کی پری ہے۔ حالانکہ گھر میں رانی وملکہ کا لباس ہوتا تھا اور باہر کے درندوں اور بھیڑیوں صفت انسانوں سے بچنے کے لیے سادگی اختیار کرنا تھا۔ جو عورتیں اپنے شوہروں کو خوش کرنے کے لئے اچھا لباس اور آرائش وزیبائش کرتی ہیں ان کے لئے ثواب بھی ہے اور جو عورتیں اس کے برعکس کرتی ہیں ان کے لئے گناہ ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو گودنا گودیں یا گودوائیں اور ان پر بھی جو چہرے کے بال صاف کریں اور حسن کے لئے دانت کشادہ کرائیں اور اللہ کی تخلیق کو تبدیل کریں۔

(بخاری شریف:، ج:۲،ص:۸۷۸)

اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی اور دوسرے بال لگوانے والی اور گودنے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ (بخاری، ج:۲،ص:۸۷۹) ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ "حسن" اللہ کی امانت اور اس کی تخلیق کا مظہر ہے۔ جس میں خود ساختہ تبدیلی اللہ کے نظام میں دخل ہے۔ گویا یہ عورت مصنوعی و بناوٹی حسن کو پیدا کر کے اور بالوں اور گالوں کو اور جگہ جگہ تھوڑی تھوڑی تبدیلی کر کے اللہ سے شکوہ کرنا چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (نعوذ باللہ) ایسا بنانا تھا ویسا بنانا تھا۔ آپ نے جو کمی رکھی تھی ہم اس کو صحیح کر کے پیش کررہے ہیں۔ آخر ان مادہ پرست عورتوں کو اور مردوں کو کس نے اختیار دیا کہ وہ اللہ کو مشورہ دے اور اس کے نظام میں دخل دے۔

قرآن تو کہتا ہے کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ترجمہ: اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو سب سے بہترین شکل میں پیدا کیا ہے۔ اگر انفرادیت چاہتے ہو اور ممتاز بننا چاہتے ہو تو صورت کے بجائے سیرت بنائیے۔ فانی جسم کے بجائے روح کا سنگھار کیجئے۔ بقول کسے:

جسم تو سنور چکے روح کا سنگھار کیجئے

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لعنت ہے اس عورت پر جو مردوں کا لباس پہنے اور لعنت ہے اس مرد پر جو عورتوں کا لباس پہنے۔ آج کل لڑکے ولڑکیاں فیشن کے نام پر ایسے لباس پہن رہے ہیں کہ ان میں فرق کرنا مشکل ہے کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟

اور افسوس اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب کسی نمازی، حاجی، دیندار، مبلغ و عالم کے گھر سے ایسے لڑکے

ولڑکیاں نکلتی ہیں جب ان کو توجہ دلائی جائے تو وہ بہانہ بناتے ہیں کہ آج کل کے بچے و بچیاں مانتی نہیں ہیں۔ وہ بڑے ہوگئے اب کیا ان کو ماروں؟ آپ مخلوق کا منہ بند کرسکتے ہوں اور ان کو خاموش بٹھا سکتے ہوں لیکن کیا خالق کے پاس آپ کا یہ بہانہ چل جائے گا۔ بلکہ اسلام تو یہ کہتا ہے ماں باپ اصل ذمہ دار ہے۔ کپڑوں کے لیے رقم کون دیتا ہے؟ بازار جانے کی اجازت کون دیتا ہے؟ اس میں قصور ذمہ داروں کا ہے اور آخرت میں اس کی پوچھ ہوگی بلکہ یہ سنگین جرم کبھی معاف بھی نہیں ہوسکتا۔ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ (الحدیث)
ترجمہ: تم میں کا ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کی پوچھ ہوگی۔

آج کل گھرانوں میں چھوٹی بچیوں کے بال کاٹے جاتے ہیں (بے بی کٹ) یہ بھی اسلام میں حرام ہے۔ اور بچوں کو ناچنے والوں کے لباس پہنائے جاتے ہیں۔ (غرارے وغیرہ) اور شرٹ پینٹ تک پہنائے جاتے ہیں۔ اور یہ بہانہ ہے کہ ابھی بچی ہے کھیلنے کے دن ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ لڑکوں کی مشابہت والا لباس بھی شریعت میں حرام ہے اور اس پر آج گرفت نہیں کی گئی تو بڑے ہونے کے بعد اس عادت کو چھڑانا ایسا ہی ہے جیسا کہ بچہ کا دودھ چھڑانا اور یہ عادت اس کی کالج وغیرہ میں خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ ایک اور گناہ گھرانوں میں غیر محسوس طریقے سے فیشن کے نام پر داخل ہو رہا ہے کہ مسلم عورتیں اور لڑکیاں ناخن پالش کی عادی ہوتی جارہی ہیں۔ تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ناخن پالش لگانے والی عورت و لڑکی کا غسل نہیں ہوتا یعنی وہ پاک نہیں ہوگی جب تک کہ پالش کو کھرچ کر نہ نکال ڈالے۔ کتنی عورتیں ہیں کہ ہمیشہ ناپاک زندگی گذار رہی ہیں نہ ان کا وضو ہوتا ہے اور نہ ان کا غسل اور نہ ان کی نماز، لہٰذا اس مسئلہ پر فوری توجہ دے کر ناخن پالش کی لعنت ونحوست سے بچنا چاہیے۔

بیوٹی پارلر میں بعض غیر شرعی اور حرام کام انجانے میں انجام دیئے جارہے ہیں۔ اس پر ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے۔

چہرہ کی مالش و بال کا صاف کرنا

علامہ ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب احکام النساء میں یہ لکھا ہے کہ جو عورت کسی بھی دواء اور تیل وغیرہ سے اپنے چہرے کو اس لیے ملے تاکہ رنگ صاف ہو اس پر لعنت ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو جلد کی مالش کرتی ہیں اور کراتی ہیں۔ (جامع صغیر، ج:۲،ص:۳۲۹) اب غور کیجئے کہ بیوٹی پارلر میں گال، ناک، آنکھ، حلق، تھوڑی اور گردن کے اوپری حصہ پر تیل یا کریم لوشن سے مالش کی جاتی ہے اور رنگ کو نکھارنے اور جلد میں چمک پیدا کرنے کی جو کوشش کی جاتی ہے یہ عمل شرعاً درست نہیں ہے ناجائز وحرام ہے۔

البتہ اپنے ہاتھ سے کریم وغیرہ چہرہ پر لگانا جائز ہے لیکن مالش کرانا جائز نہیں ہے۔

چہرہ کی جلد کو درست کرنے اور جھریاں صاف کرنے کے لئے جو عمل کیا جاتا ہے اس کو Skin Tightening کہا جاتا ہے۔ یہ عمل بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تغیر خلق اللہ میں داخل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کے امور کرنے اور کروانے پر لعنت فرمائی ہے۔ (بخاری، ج:۲، ص: ۸۷۸) عام طور پر یہ عمل معمر (بڑے عمر) کی خواتین یا مرد عمر چھپانے کے لئے کرتے ہیں۔

چہرہ کشادہ کرنے کے لئے پیشانی کے اوپر کے بال صاف کرانا، دونوں بھنوؤں کے درمیان فصل کرانا تاکہ الگ اور اچھے نظر آئیں۔ اس کو انگریزی میں (Groming of Eyebrow) کہتے ہیں یہ عمل بھی شریعت میں جائز نہیں ہے۔

ہونٹوں کی ساخت

اگر ہونٹوں کی ساخت تبدیل کرائی جائے تو یہ عمل بھی ناجائز ہے۔ اکثر جراحی کے ذریعہ یا دیگر ذرائع سے اس میں حسن پیدا کرنے اور خوبصورت بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس میں بھی تغیر خلق لازم آتا ہے جو ناجائز ہے۔ جسم کے کسی حصہ پر مصنوعی تل بنوانے میں اوزار کا استعمال جس کو آگ میں گرم کرکے داغے جانے اور کسی نوکدار چیز سے زخم بنا کر اسی پر سرمہ یا سفوف بھر کر کوئی نشان، تل بنوائی جائے تو یہ شکل بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ "وشم" میں داخل ہے۔ جس پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ (بخاری)

مہندی جسم کے دوسرے حصوں پر لگوانا (Using Henna on Body)

ماضی میں مہندی کا استعمال عورتیں ہاتھوں اور پیروں میں کرتی تھیں لیکن آج کل پیٹ، پیٹھ، زیر ناف اور گھٹنوں کے اوپر لگائی جاتی ہیں اور مہندی کے ڈیزائن بنا کر ان حصوں کی نمائش کی جاتی ہے۔ تقریبوں میں ایسا لباس پہنا جاتا ہے۔ جس میں یہ نقش ونگار کی جگہ کھلی ہوتی ہے۔ بیوٹی پارلر میں یہ کام اکثر مرد انجام دیتے ہیں۔ لیکن اگر عورتیں بھی یہ کام کریں تو ان حصوں کا عورتوں کے سامنے کھولنا اور نمائش کرنا جائز نہیں ہے۔ شرعاً پردہ میں رکھنے کی تاکید ہے۔ لہٰذا ایسی جگہوں پر مہندی لگانا درست نہیں ہے۔

بیوٹی پارلر کو ذریعہ معاش بنانا

اسلام نے معاش (روزی روٹی) کے مسئلہ میں بھی حرام وحلال کا نظریہ پیش کیا ہے۔ اس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہاء کرام نے مسائل کی شکل میں عطا کیا ہے۔

بعض وقت کچھ لوگ چڑ کر جھنجھلاہٹ میں کہتے ہیں کہ ہر جگہ حرام و حلال کا مسئلہ مولوی حضرات کھڑا کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں اس کی سختی نہیں ہے۔ ان کو سمجھنا چاہیے کہ ایمان لانے کے بعد سب سے اہم مسئلہ حرام و حلال ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں حرام سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور حدیث پاک میں یہاں تک آتا ہے۔ ایک حرام کا لقمہ چالیس (۴۰) سال کی عبادت ضائع کر دیتا ہے۔

بیوٹی پارلر میں جتنے امور انجام دیئے جاتے ہیں۔ تقریباً تمام کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے اور جتنے کام حرام و ناجائز ہو رہے ہیں اور بعض کاموں پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت بھی ہے۔ ایسی تمام صورتوں کے پیش نظر تمام علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بیوٹی پارلر میں زیب و زینت کرانا شرعی حدود میں نہیں ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کے لئے بیوٹی پارلر کھولنا اور اس کو ذریعہ معاش بنانا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے ذریعہ غلط اور ناجائز کاموں کو انجام دینے میں مدد کرنا ہوگا جو شرعاً ممنوع ہے۔

قرآن اصول بتلاتا ہے **وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ** اور برائی کے کاموں میں تعاون و مدد مت کرو۔ لہٰذا قرآن کی روشنی میں بھی اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حرام کاموں سے حرام ذریعہ معاش سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(بہ شکریہ: ماہنامہ دارالعلوم، ربیع الاول 1427 ہجری مطابق اپریل 2006ء)

اصلاحی مضامین

اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا!

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

اسلام، امن وسلامتی کا سرچشمہ، ہمدردی وغمخواری کا مجسمہ اور انسانوں کے درمیان محبت ورواداری کو فروغ دینے والا مذہب ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا وہ پسندیدہ دین ہے جو اگر ایک طرف بندوں کا رشتہ معبود حقیقی سے مضبوط کرتا ہے تو دوسری طرف انسانوں کے درمیان محبت و بھائی چارے کی فضا قائم کرتا ہے۔ یہی وہ ضابطۂ حیات ہے جو بحیثیت انسان ہر ایک کو محترم سمجھتا اور انسانیت کے اعلیٰ قدروں کا ہر حال میں تحفظ کرتا ہے، اسلام ہی انسانی تعلقات کی استواری اور نظام معاشرت کی پختگی کا مکمل لحاظ کرتا ہے، بھوک سے شکستہ حال لوگوں کو کھانا کھلانے، پیاس سے نیم جان افراد کو پانی پلانے، پریشان حالوں کی پریشانی کا ازالہ کرنے اور بیماروں کی عیادت ومزاج پرسی کرنے کا درس دیتا ہے۔ مشکوۃ شریف کی روایت ہے کہ جس نے بھوکوں کو کھانا کھلایا، پیاسے کو پانی پلایا اور بیمار کی عیادت کی گویا اس نے اللہ کو کھلایا اللہ کو پلایا اور اللہ کی عیادت کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو اخلاق کی ایسی بیش بہا دولت اور قیمتی نعمت سے نوازا ہے جو پورے دین کو جامع اور اس کی تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہے نیز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان واخلاق کو باہم اس طرح آمیز بتلایا کہ انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا، اسلام اعلیٰ اخلاق کے بغیر بے جان ہے۔ حدیث شریف میں اسلام کو عین اخلاق فرمایا گیا ہے حتیٰ کہ عبادت کی خوبی اور مقبولیت کو پاکیزگیٔ اخلاق سے مشروط کردیا گیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایمان کی روح کے بعد دعوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو بازو ہیں ایک عبادت دوسرا اخلاق، ایک خالق کا حق ہے اور دوسرا مخلوق کا۔ انہی کے مجموعے کا نام اسلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کے باب میں ایک نہایت بلیغ اور بڑی جامع ہدایت فرمائی ہے کہ بندہ تکمیل ایمان کے رتبے پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ سارے آدمیوں کے لیے وہی بھلائی نہ چاہے جو وہ اپنے نفس کے لیے چاہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر

*استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

بنی نوع انسان کی خیر طلبی کا معیار نہیں ہوسکتا۔ اخلاق کی بلندی یہی ہے اور اچھے اخلاق ہی وہ ستون ہیں جن پر صحیح اسلامی معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ اخلاق ہی سے قوت و طاقت، عزت و سلطنت اور عظمت و رفعت حاصل ہوتی ہے۔ اخلاق ہی وہ شان ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی نیابت کا رنگ پایا جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اسلام نے بلند اخلاق و اعلیٰ اقدار کا یہ درس مذہب سے بلند ہوکر دیا اور مسلم و غیر مسلم کی کوئی حد بندی نہیں کی پھر یہ محض تلقینِ زبانی نہیں تھی؛ بلکہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل بھی کیا؛ کیوں کہ یہ انسانی فطرت ہے کہ ایک انسان، زندگی کے کسی بھی شعبہ میں قدم رکھنے اور آگے بڑھنے سے پہلے اپنے سے بہتر شخص کے عمل و کردار کو بطور نمونہ دیکھنا چاہتا ہے اور جو شخص کسی بھی حوالے سے اس کی نظروں میں بہتر اور خوب تر قرار پاتا ہے اس کی پیروی کو وہ اپنی ترجیحات میں سرفہرست رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔" آئیڈیل کی تلاش" کا تصور اسی انسانی فطرت کا اظہار ہے اور اللہ رب العزت نے نسل انسانی کی ہدایت و راہنمائی کے نظام میں اس کی فطرت کے اس پہلو کا لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی سب سے پہلی سورہ الفاتحہ میں انسان کو ہدایت کے لیے جو دعا سکھائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ" اے اللہ! ہمیں ان لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تیرا انعام ہوا، نہ کہ ان لوگوں کے راستے پر جو تیرے غضب کا شکار ہوئے۔" (سورۃ الفاتحہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت سراپا مجموعۂ صفاتِ حمیدہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اربابِ دانش و بینش اور اہلِ فکر و بصیرت سے خراج عقیدت وصول نہ کر چکا ہو؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا سب سے نمایاں اور حسین پہلو جس نے دوست و دشمن سب کو اس بارگاہِ خیر و حسن میں سرنیاز خم کرنے پر مجبور کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ ہیں؛ جسے قران کریم نے خلق عظیم سے تعبیر کیا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے "کان خلقه القرآن" کہہ کر اسے قرآن پاک کی عملی تعبیر و تفسیر قرار دیا ہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حدیث میں خود اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھے کاموں یعنی مکارم اخلاق کو جن بلندیوں سے ہمکنار کیا ان کی مثال پیش کرنے سے تاریخ آج تک قاصر ہے۔ آپؐ نے اپنے پیروکاروں کو بھی اچھی عادات اور بہتر معاملات کی تلقین فرمائی ہے۔ اور اخلاق کریمانہ انہی دو امور سے عبارت ہے۔

اخلاق حسنہ کے اعلیٰ نمونے

جب ہم سیرت و تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو غیر مسلموں کے ساتھ رواداری، حسن سلوک اور عمدہ

معاشرت کے درجنوں نمونے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جا بہ جا نظر آتے ہیں، غیر مسلموں کے ساتھ زبانی و عملی ہمدردی، نصح و خیر خواہی اور ان کے حقوق کا خاص خیال آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات کا حصہ تھا۔ اکثر مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلموں کو مالی و جانی تعاون فراہم کیا ہے اور یہ تعاون صرف انسانیت کے ناطے ہوا کرتا تھا۔

ایسی ان گنت مثالیں ہیں کہ محض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اور حسن سلوک سے متاثر ہو کر غیر مسلم افراد اسلام قبول کرلیا کرتے تھے، چناں چہ مشکوۃ شریف میں امام بیہقی کی دلائل النبوۃ کے حوالہ سے ایک روایت ہے؛ جس میں ایک یہودی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق کا واقعہ نقل کیا گیا ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی تھا، جس کو فلاں عالم کہا جاتا تھا (یعنی وہ یہود کے بڑے علماء میں سے تھا) اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چند دینار قرض تھے، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے یہودی! میرے پاس کچھ نہیں کہ تجھے دوں۔ اس نے کہا: محمد! میں اس وقت تک آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک آپ میرا قرض ادا نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا! میں تیرے پاس بیٹھ جاتا ہوں، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سامنے بیٹھ گئے، (اور اسی مقام پر) ظہر، عصر، مغرب، عشا اور پھر صبح کی نماز پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اس یہودی کو دھمکاتے تھے اور نکال دینے کا خوف دلاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس کو محسوس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو اس سے منع فرمایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ایک یہودی آپ کو روک سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے منع کیا ہے کہ میں اس شخص پر ظلم کروں جو ہماری پناہ میں ہے، یا جو ہماری پناہ میں نہیں۔

پھر جب دن چڑھا، یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، میرے مال کا آدھا حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، خدا کی قسم! میں نے آپ کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ محض اس لیے کیا، تاکہ میں دیکھوں کہ آپ کی جو صفات تورات میں مذکور ہیں وہ آپ میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ تورات میں لکھا ہے: محمد بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوگا، طیبہ کی طرف ہجرت کرے گا اور اس کی حکومت شام میں ہوگی، وہ بدزبان و سنگ دل نہ ہوگا اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا اور نہ فحش گوئی اس میں ہوگی اور نہ وہ بیہودہ بات کہنے والا ہوگا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، یہ میرا مال موجود ہے، خدا کے حکم سے جہاں اس کو چاہیں خرچ فرمائیے۔

اسی طرح لوگوں کی بداخلاقی اور برے سلوک کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر و تحمل اور خوش اخلاقی بھی لاجواب و بے مثال تھی۔ مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے

پیچھے جا رہا تھا، آپ نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، جس کے کنارے موٹے تھے، راستے میں آپ کو ایک دیہاتی ملا، جس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر اس قدر سختی سے اپنی طرف کھینچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سینہ کے قریب ہو گئے، میں نے دیکھا تو آپ کی چادر کے کنارے نے آپ کی گردن پر نشان ڈال دیا تھا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا: اے محمد! تمھارے پاس خدا کا مال ہے، اس میں سے مجھ کو کچھ دلوایئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، مسکرائے اور پھر آپ نے اس کو کچھ دینے کا حکم دیا۔

ان کے علاوہ سفر طائف کی خوں چکاں داستاں، فتح مکہ کا کرمِ بے کراں اور میثاق مدینہ کا اہم ترین اقدام وغیرہ پر مشتمل درجنوں واقعات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمدہ اخلاق کی عکاسی اور دین اسلام کے مبنی بر فطرت ہونے کی غمازی کرتے ہیں۔

خلاصۂ کلام:

اس وقت مسلمان، انفرادی و اجتماعی اعتبار سے جن مسائل کے شکار ہیں بالخصوص بھیڑ کے ذریعہ قتل کے جو واقعات پیش آ رہے ہیں وہ نہایت قابل تشویش ہیں۔ گذشتہ دو ماہ سے ہجومی تشدد کے کئی واقعات سامنے آئے ہیں، یہ جرم ایک وبا کی طرح پھیلتا جا رہا ہے۔ 24 جون کو جھارکھنڈ میں انتہا پسندوں کے ہجوم نے مسلم نوجوان شمس تبریز انصاری کو موٹر سائیکل چوری کا بہانہ بنا کر بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا۔ وہ مظلوم چیختا رہا کہ اس نے چوری نہیں کی، ظالموں نے تبریز انصاری کو ستون سے باندھ کر ڈنڈوں اور لاٹھیوں کی بارش کر دی اور ہاتھ پاؤں باندھ کر مسلسل سات گھنٹے تک ظلم ڈھاتے رہے؛ جبکہ جے شری رام اور جے ہنومان کے نعرے بھی لگوائے گئے۔ نوجوان ہجوم سے جان بخشنے کی درخواست کرتا رہا؛ لیکن شدید زخمی تبریز انصاری کے خلاف چوری کا مقدمہ درج کر کے اسے جیل بھیج دیا گیا، طبیعت بگڑنے پر اسے اسپتال لے جایا گیا۔ جب اہل خانہ اس سے ملاقات کے لیے پہنچے تو پولیس نے انہیں تبریز سے یہ کہہ کر ملنے سے روک دیا کہ تم چور سے ملنے آئے ہو۔ تبریز کئی گھنٹے تک موت و زیست کی کشمکش میں رہنے کے بعد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گیا۔ ایسے ایک دو نہیں؛ بلکہ درجنوں واقعات ہیں جو ملک کے طول و عرض میں مسلسل پیش آتے جا رہے ہیں اور ہم ہیں کہ صرف ایک سرد آہ بھر کر یا کچھ تبصرے کر کے اسی روش پر قائم و دائم ہیں۔ حالاں کہ ملک کی یہ عمومی صورت حال ہمیں دعوتِ احتساب دیتی ہے کہ ہم ان حالات کو صرف ظاہری اسباب سے جوڑ کر نہ دیکھیں؛ بلکہ عملی اعتبار سے اپنا محاسبہ بھی کریں کہ ہم میں کس چیز کی کمی ہے اور کیا غلطی ہم سے سرزد ہو رہی ہے؟؟

بہ نظر غائر دیکھا جائے تو برادران وطن سے تعلقات بڑھانے ،ان تک اسلام کی سچی تعلیمات پہونچانے، اوران کے ساتھ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی آج اشد ضرورت ہے؛ بل کہ اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ موجودہ ملک کے ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے یہی وقت کا سب سے بڑا تقاضا اور مسلمانوں کے لیے زبردست چیلنج ہے۔اسی کے ساتھ ساتھ ہم اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور آپسی اختلاف کو انتشار کا سبب نہ بنائیں ،ایک دوسرے کا احترام ہو،امت کے اجتماعی مفاد میں سر جوڑ کر بیٹھا جائے اور آئندہ کے لیے ٹھوس نظام العمل مرتب کیا جائے ،تب کہیں جا کر کشتیٔ ملت اس بھنور سے نکل سکتی ہے۔

تُو رازِ کن فکاں ہے، اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اُخوّت کا بیاں ہو جا، محبّت کی زباں ہو جا
یہ ہندی، وہ خُراسانی، یہ افغانی، وہ تُورانی
تُو اے شرمندۂ ساحل! اُچھل کر بے کراں ہو جا

جواہر حکمت

ترک دنیا کر، نہ ہر لذت کو چھوڑ
معصیت کو ترک کر، غفلت کو چھوڑ
نفس و شیطان لاکھ در پے ہوں مگر
تُو نہ ہرگز ذکر اور طاعت کو چھوڑ

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

دعوتِ فکر وعمل

ہجومی تشدد؛ سفاکیت کا ایک وحشت ناک سلسلہ

از: مفتی محمد صادق حسین قاسمی

ماب لنچنگ یعنی ہجومی تشدد کے ذریعہ بے قصوروں کے ساتھ سفاکیت ودرندگیت کا ایک سلسلہ ہے جو ہمارے ملک میں چل رہا ہے، اور وقفہ وقفہ سے انتہاء پسند غیر مسلم دلتوں اور مسلمانوں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں، نہایت بے دردی کے ساتھ مار پیٹ کر انہیں ہلاک کر رہے ہیں۔ گذشتہ چند سالوں سے یہ سلسلہ جاری ہے اور اب تک بہت سے مسلمان اس کا شکار ہو چکے ہیں، گاؤ رکشا کے نام پر بہیمیت کا کھیل کھیلا گیا، زبردستی ”جئے شری رام“ کے نعرے لگوانے پر مجبور کیا گیا اور اب بھی انسانیت کے دشمن یہ کھیل کھیلنے میں مصروف ہیں، جہاں کہیں انہیں مسلمان دکھائی دیتا ہے ان کے اندر کا شیطان جاگ جاتا ہے اور پھر وہ بے قصور مسلمانوں کے ساتھ انسانیت کو شرمسار کرنے والا سلوک کرتے ہیں، جن میں اب تک درجنوں بوڑھوں کو، نوجوانوں اور کم عمر لڑکوں کو نشانہ بنایا جا چکا ہے۔ اخلاق، حافظ جنید، پہلو خان اور بہت سے مسلمان ہیں جو ہجومی تشدد میں ہلاک ہوئے ہیں۔

تازہ ترین واقعہ جھارکھنڈ کے سرائے کیلا ضلع میں پیش آیا، جس میں تبریز انصاری نامی نوجوان ہجومی تشدد کا شکار ہو کر ہلاک ہو چکا ہے۔ گاؤں والوں نے اس کو چوری کے الزام میں پکڑا اور بری طرح مار پیٹ کی، زبردستی ”جئے شری رام“ اور جئے ہنومان“ کے نعرے لگانے پر مجبور کیا اور آخر میں پولیس کے حوالہ کر دیا جہاں بروقت علاج ومعالجہ نہ کروانے سے وہ زخموں سے جانبر نہ ہو سکا۔ جھارکھنڈ ہجومی تشدد اور ماب لنچنگ میں ابتداء ہی سے سرخیوں میں ہے اور اب تک تقریباً ۲۱ لوگ وہاں بھیڑ کے تشدد سے مر چکے ہیں۔ اس دوران بعض دیگر واقعات بھی پیش آئے۔ دہلی کے ایک امام کو گاڑی میں سوار کچھ نوجوان آکر مار پیٹ کرنے لگے، اسی طرح ایک واقعہ مغربی بنگال کے ضلع کے ۲۴ پرگنہ کے کیننگ سے ہگلی جاتی ہوئی ٹرین میں بھی پیش آیا۔ چلتی ٹرین میں کچھ لوگ آئے اور اس میں سوار ۶۲ سالہ ٹیچر حافظ محمد شاہ رخ ہلدر سے زبردستی کرنے لگے کہ وہ جئے شری رام کا نعرہ لگائے، مگر جب نعرہ لگانے سے انکار کیا گیا تو مار پیٹ کر چلتی ٹرین سے دھکا دے کر باہر پھینک دیا گیا، جس کی

*مدیر ماہنامہ الاصلاح کریم نگر

وجہ سے ٹیچر کی جان تو بچ گئی لیکن گہرے زخم آئے۔

شمالی ہندوستان میں بالخصوص اس طرح کے واقعات معمول کا حصہ بن گئے ہیں اور ہجوم کے ذریعہ ڈرانے، دھمکانے اور تشدد کرنے والوں کی ایک ٹولی باضابطہ مختلف مقامات پر گشت کر رہی ہے اور موقع کی تلاش میں رہ کر ظلم وستم کا معاملہ کر رہی ہے۔ اس سے پہلے جب اس طرح کے واقعات پیش آنے لگے تو بھرپور احتجاج ہوا اور اس کی مذمتیں ہوئیں لیکن اس کا سلسلہ اب تک نہیں تھما بلکہ زور پکڑتا جا رہا ہے۔

بی جے پی جس نے دوسری مرتبہ بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کر کے پھر سے اپنی حکومت تشکیل دی ہے، اس میں خود ایسے لیڈر موجود ہیں جن کی سخت بیانی اور دریدہ دہنی اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ وہ پارلیمنٹ جیسے باوقار اور پُر احترام مقام پر بھی اپنی سنگھی ذہنیت کو آشکارا کئے بغیر نہیں رہ پاتے اور اس ہال میں بھی زور زور سے جے شری رام، وندے ماترم کے نعرے لگا کر پارلیمنٹ کے تقدس کو پامال کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور باہر نکل کر یہی لوگ زہریلی زبان استعمال کر کے ہندو مسلم نفرت کو فروغ دے رہے ہیں اور بھائی چارہ ومحبت کو دفن کر رہے ہیں۔

ان حالات میں مرکزی حکومت سے سب سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اس طرح کے واقعات پر پابندی لگائے اور ظالموں، قاتلوں کے خلاف سخت قانون بنائے تاکہ انسانی جان کا تحفظ ہو سکے۔ ملک کی سالمیت محفوظ رہ سکے، اور امن وشانتی، آپسی بھائی چارگی باقی رہ سکے۔ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ماب لنچنگ کی وجہ سے ہمارا ملک دنیا بھر میں نشانۂ ملامت بنا ہوا ہے، حکومت کے ظلم وستم پر دنیا بھر میں اظہارِ مذمت کیا جا رہا ہے۔ اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ امریکہ کی سالانہ رپورٹ میں گائے کے نام پر گؤ رکشکوں کے ذریعے لنچنگ کے واقعات کی مذمت کی گئی۔ اور تفصیلی رپورٹ کے مطابق امریکہ کی وزارتِ خارجہ نے بین الاقوامی مذہبی آزادی سے متعلق سالانہ رپورٹ میں کہا کہ ہندوستان میں اقلیتی فرقوں خاص طور پر مسلمانوں پر پُر تشدد انتہا پسند گروپوں کے حملے جاری ہیں، حملے ان افواہوں پر کئے جا رہے ہیں کہ متاثرین بیف کے لئے گائے فروخت کرتے ہیں یا ان کو ذبح کرتے ہیں۔

مرکزی حکومت نیا بھارت تعمیر کرنے کا بڑے زور وشور سے اعلان کرتی ہے اور اپنی ترقیاتی اسکیموں کو بیان کرتی ہے لیکن اسی عہد کی حکومت میں جب انسان انسان سے ڈرنے اور خوف کھانے لگے، بھیڑ وہجوم سے دہشت محسوس کرنے لگے اور اپنی جان کے خطرہ میں ہونے کا اُسے خدشہ پیدا ہو جائے تو بھلا وہ ملک کیسے ترقی کرے گا۔ غلام نبی آزاد نے پارلیمنٹ میں بڑی ہی پیاری بات کہی کہ: "مودی جی! نیو انڈیا اپنے پاس رکھئے

اور پرانا ہندوستان واپس کر دیجیے، وہ ہندوستان جہاں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی آپس میں محبت سے رہتے تھے، جہاں اگر ایک ہندو کی آنکھ میں گھاس کا تنکہ اٹک جاتا تو مسلمان بے چین ہو جاتا، ہمیں وہ ہندوستان چاہیے۔ سب کا ساتھ سب کا وکاس کی لڑائی میں ہم آپ کے ساتھ ہیں، لیکن اس کو دیکھنے کے لئے لوگ ہونے چاہیے، جھارکھنڈ لنچنگ کا کارخانہ بن گیا ہے، جہاں ہر ہفتہ دلت یا مسلمان کو مارا جاتا ہے، ہمیں وہی ہندوستان واپس کر دیجیے جہاں تہذیب و محبت تھی۔"

ہم بھی اپنے ملک کے وزیر اعظم سے یہی کہتے ہیں کہ آپ ایسے ظالموں کے خلاف سخت اقدام کیجئے۔ حکومت کی مسلم خواتین سے ہمدردی تو خوب ہے کہ وہ ان کے لئے طلاق بل پاس کروانے کے لئے پارلیمانی اجلاس کے پہلے سیشن میں ہی بل پیش کر دیتی ہے، لیکن اسی حکومت کو یہ کیوں نظر نہیں آتا ہے کہ بے قصور مسلمان اور دلت مارے جا رہے ہیں اور جھوٹی خبروں اور بے بنیاد افواہوں کی بناء پر ہجوم امڈ کر غنڈہ گردی کر رہا ہے، ایسوں کے خلاف کوئی سخت قانون کیوں نہیں بنایا جاتا تاکہ ہمارا پیارا ملک محبت و الفت کا گہوارہ بنا رہے اور امن وآشتی کا گلشن تر و تازہ رہے۔ نفرت انگیزی کرنے والے اور سخت بیان بازی کے ذریعہ تشدد کو بھڑکانے والے لیڈروں کے خلاف بھی پابندی عائد کی جائے، کیوں کہ ان کی ہی ناسمجھیوں اور دشمنیوں کی وجہ سے پیارا بھارت قتل وخون، ظلم وستم کا میدان بنتا جا رہا ہے۔ جس طرح درندوں کو دیکھ کر انسان ڈر جاتا ہے اس طرح رام وہنومان کے نعرے لگانے والوں سے لوگ خوف کھا رہے ہیں، رام وہنومان کی تعلیمات تو ظلم وستم کی نہیں تھی، دنیا کے مذاہب کے پیشواؤں نے لوگوں کے ساتھ تشدد کرنے کی تعلیم نہیں دی، رام وہنومان کا نام لے کر نہ جانے لوگ کیوں ظلم وتشدد کا بازار گرم کر رہے ہیں!!!

دوسری طرف مسلمانوں کے ذمہ داروں، سیاسی، مذہبی قائدین سے بھی یہ مطالبہ ہے کہ ہجومی تشدد کے خلاف مضبوط آواز اٹھائیں، ظلم کے خلاف متحد ہو کر لائحہ عمل طے کریں۔ مسلمان اس ملک کا وفادار شہری اور بے لوث خدمت گذار رہے ہے، مسلمانوں پر شک وشبہ اور ان کے خلاف زبان درازیوں پر پابندی عائد کروانے کے لئے تمام تنظیموں، جماعتوں کو متحدہ کوشش کرنی ضروری ہے۔ اربابِ اقتدار اور سربراہانِ حکومت سے اس سلسلہ میں نمائندگی کریں اور ملک کی سالمیت کی بقاوتحفظ کے لئے ان سے سخت قانون سازی کا مطالبہ کریں۔ جمعیۃ علماء ہند نے اس سلسلہ میں قدم اٹھایا ہے اور رانچی میں ایک زبردست احتجاجی ریالی نکالی ہے۔ خدا کرے کہ ان حضرات کی کوششیں کامیاب ہوں، مظلوموں کو انصاف ملے، ظالم کیفر کردار تک پہنچے اور ملک سے ظلم کا خاتمہ ہو جائے۔

تیسری بات مسلمانوں سے ہے کہ وہ ان حالات سے گھبرائے نہیں، یقیناً حالات تشویشناک ضرور ہیں، لیکن اعمال وعبادات میں بہتری لائیں، رجوع الی اللہ کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام کریں، امن ومحبت کے قیام کے لئے اپنی ذات سے محنت شروع کریں، برادران وطن سے اپنے تعلقات استوار کریں، اخلاق ومحبت کے ساتھ ان سے پیش آئیں، نفرت کی جگہ محبت کو بڑھائیں، مسلمانوں کے بارے میں کہیں شکوک وشبہات ہوں تو ان کو دور کریں اور ملک کی حقیقی تعمیر وترقی میں مل کر کام کرنے اور اس گلشن کو سجانے کے لئے قوت فکر کو لگانے کے عزم کے ساتھ آگے بڑھیں۔ اگر ہم اپنے اردگرد رہنے والے غیر مسلم بھائیوں سے اپنے اچھے روابط بنائیں گے اور اعلیٰ اخلاق وبلند کردار کا مظاہرہ کریں گے تو ان شاء اللہ ہم نفرت کی آگ کو بجھانے والے اور محبتوں کے چراغ کو جلانے والے ہوں گے اور کچھ انتہا پسند، نفرت کے سوداگر اپنے ناپاک مقاصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔ خدا ہمارا ناصر!

چوتھی بات ان ظالموں، سفاکوں اور درندوں سے ہے کہ اس دنیا میں بھلے ہی تم قتل وغارت گری کر کے آزاد گھوم اور پھر سکتے ہو، اور قانون کی نظر سے بچ کر نکل سکتے ہو، عہدہ وحکومت کے گھمنڈ میں وحشت وبربریت کر سکتے ہو، لیکن جب خدا کی عدالت قائم ہوگی وہاں بچ نہیں سکتے، بے قصور کی تڑپتی ہوئی آہیں، مظلوم کے آنسو، اس کا خون رائیگاں نہیں جائے گا، مظلوم کی آہوں سے ظالم دنیا ہی کے اندر تہ وبالا ہو جاتا ہے، اس لئے اپنے پیدا کرنے والے سے ڈرتے رہو، ظلم وستم کے نشے سے باہر آؤ، اپنی حکومت کے گھمنڈ کو نکال پھینکو، اور ذہن ودماغ میں یہ تصور قائم کرلو کہ جس طرح تڑپاتے ہوئے تم نے اخلاق وجنید، تبریز، پہلو کو مارا ہے، ان کی آہیں، کراہیں ضائع نہیں جائیں گی، ان کی تکلیفیں تمہارا سکون چھین لیں گی، تمہاری زندگی کو اجیرن بنا دیں گی اور تم پر ایک وقت آئے گا کہ زندہ لاش بن کر رہ جاؤ گے۔ تاریخ میں بڑے بڑے ظالم وسفاک حکمران اور بادشاہ گزرے ہیں جن کے تذکرے آج عبرت کا سبق ہے، ان کا انجام اور حشر کیا ہوا اس کو پڑھ لو اور معلوم کرلو۔ خدا کی عدالت تو ضرور قائم ہوگی اور ہر ظلم کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس سے پہلے سدھر جاؤ، سنبھل جاؤ اور اپنی روش کو بدل لو۔

دعوتِ فکر وعمل

تحفظ شریعت اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا سید احمد ومیض ندوی*

دین وشریعت میں مداخلت یا اس میں ترمیم وتنسیخ کی ناپاک کوششوں کا سلسلہ کوئی نیا نہیں ہے، اس قسم کی مذموم کوششوں کا پہلا واقعہ تب پیش آیا جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے، اور حضرت صدیق اکبرؓ کے کندھوں پر خلافت کا بار ڈالا گیا، چنانچہ بعض جدید الایمان قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا اور کہنے لگے کہ نبی کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد زکوٰۃ کی فرضیت ختم ہوگئی، ان قبیلوں کا یہ طرز عمل دوسرے معنی میں شریعت میں مداخلت ہی کی ایک شکل تھی، گویا وہ بزبان حال کہہ رہے تھے کہ ارکانِ اسلام میں سے زکوٰۃ کے فریضہ کو ساقط کردیا جائے وہ ہمیں نامنظور ہے، شریعت میں مداخلت یا ترمیم کے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے صدیق اکبرؓ کمربستہ ہوگئے اور برملا اعلان کیا کہ جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس کے ساتھ جہاد کروں گا، پھر حضرت صدیق اکبر کا وہ جملہ تاریخ اسلام میں سنہرے حروف میں لکھا گیا جو دراصل آپ کی غیرت ایمانی اور حمیتِ اسلامی کا آئینہ دار ہے، انھوں نے فرمایا: ''أ یُنقَص الدین وأنا حی'' میرے جیتے جی دین میں کمی ہوجائے یہ کیسے ممکن ہے؟ صدیق اکبرؓ نے پوری قوت کے ساتھ اس فتنہ کا مقابلہ کیا، پھر حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے دور خلافت میں خوارج کا فتنہ بھی دراصل دین اور دین کے نصوص میں تحریف وتبدیلی کا فتنہ تھا، جس کا اس دور کے اسلامی جیالوں نے ڈٹ کا مقابلہ کیا، عباسی دور خلافت میں خلق قرآن کی شکل میں اٹھنے والا فتنہ بھی دراصل اسی نوعیت کا تھا، قرآن مجید کے تعلق سے اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے، اس کی مخلوق نہیں ہے، لیکن خلیفہ مامون بعض گمراہ فرقوں سے متأثر ہوکر خلق قرآن کا قائل ہوگیا تھا، جو علماء قرآن کو مخلوق کہنے سے انکار کرتے تھے انھیں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں، علماء حق نے ہر قسم کے مظالم سہنا گوارا کرلیا، لیکن دین کو بدلنے کی اجازت نہیں دی، اس حوالہ سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا کردار نہایت تابناک اور روشن ہے، امام صاحب کو جیل میں کوڑے برسائے جاتے تھے، کوڑے برسانے والے جوان تھک جاتے، مگر امام صاحب کی زبان پر یہی جملہ ہوتا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے، پھر ہندوستان کی سرزمین میں دین

*استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد

وشریعت میں تبدیلی کی جوسب سے بڑی تحریک شروع ہوئی اس کا بانی اکبر تھا، اکبر نے شریعت میں تبدیلی کی ایسی طاقتور مہم شروع کردی کہ دین اسلام کی جگہ اس نے ایک نئے دین دین الٰہی یا دین اکبری کی بنیاد ڈالی، نام نہاد اور ضمیر فروش علماء نے اس کا ساتھ دیا، لیکن اس عظیم فتنے کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو کھڑا کیا، جنھیں مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے، مجدد صاحب نے جو دراصل سلسلہ نقشبندیہ کے گل سرسبد ہیں اپنے مکتوبات اور اپنے اصلاحی وتجدیدی کارناموں کے ذریعہ وہ انقلاب برپا کیا کہ دین اسلام میں تحریف وتبدیلی کی ساری اکبری کوششیں اوراس کے اثرات ہمیشہ کے لیے دفن ہوگئے۔

مغلیہ دور میں اسلامی قانون ہی ہندوستان کا ملکی قانون تھا، نہ صرف عائلی معاملات میں شریعت اسلامی کے مطابق فیصلے کیے جاتے تھے، بلکہ فوجداری قانون بھی شرعی حدود کے مطابق چلایا جاتا تھا، البتہ غیرمسلموں کو ان کے عائلی مسائل میں اپنے مذہبی قوانین پرعمل کرنے کی مکمل آزادی حاصل تھی، ہندوستان پر انگریزی تسلط کے بعد بھی انگریز جج اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، بعد میں رفتہ رفتہ انگریزی قانون رائج ہوتا گیا، حتی کہ ۱۸۶۲ء میں اسلام کے فوجداری قانون کو ختم کرکے انڈین پینل کوڈ نافذ کردیا گیا، اور نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ مسائل میں اسلامی قانون باقی رہنے دیا گیا، لیکن مسلمان عائلی مسائل میں دیگر اقوام سے متأثر ہونے لگے، اور اسلامی تہذیب کی جگہ غیراسلامی تمدن جڑ پکڑنے لگا، جس کی وجہ سے ۱۹۳۷ء میں علماء اور عام مسلمانوں کے مطالبہ پر انگریز دورحکومت میں مسلم پرسنل لاء کا نفاذ عمل میں آیا، ملک کی آزادی کے بعد انگریزوں کے مرتب کردہ مسلم پرسنل لاء کو باقی رہنے دیا گیا، آزادی کے بعد ملک کا سیکولر دستور بنا جس میں تمام مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے مذاہب پرعمل کی کھلی چھوٹ دی گئی، لیکن روز اول سے ملک میں ایک ایسا طبقہ سرگرم رہا جس کا مقصد مسلمانوں کے مذہبی تشخص کو ختم کرکے انھیں ملک کی تہذیب میں ضم کرنا تھا، چنانچہ یہ طبقہ ہمیشہ سے دستور کی دفعہ ۴۴ کا سہارا لیکر شریعت میں مداخلت یا تبدیلی اور یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا مطالبہ کرتا رہا، یکساں سول کوڈ کے حامیوں کو اس وقت زبردست شہ ملی جب ملک کے وزیر قانون ایچ آر گوکھلے نے پارلیمنٹ میں لے پالک بل پیش کرتے ہوئے اعلان کیا کہ یہ یکساں سول کوڈ کی تدوین کی سمت پہلا قدم ہے، اس اعلان کے ساتھ ملت اسلامیہ ہند میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور عروس البلاد ممبئی میں ایک نمائندہ کنونشن منعقد کیا گیا، جس میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کی تشکیل کا فیصلہ کیا گیا، ۱۹۷۲ء میں منعقد ہونے والے ممبئی اجلاس میں تمام مکاتب فکر کے علماء ودانشوران نے شرکت کی، اور سب کے اتفاق سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ کو مسلم پرسنل لاء بورڈ کا صدر منتخب کیا گیا، بورڈ اپنے قیام سے تا حال تحفظ شریعت کے لیے

کوشاں ہے، اور ہر اس سازش کا مقابلہ کرتا آرہا ہے، جس کا مقصد شریعت میں تبدیلی یا تنسیخ ہو، اس حوالے سے بورڈ کی خدمات روز روشن کی طرح واضح ہیں، بورڈ نے جہاں سیاسی وقانونی سطح پر شریعت کے تحفظ کا سامان فراہم کیا اور شریعت پر ہونے والے ہر حملے کا دفاع کیا، وہیں داخلی سطح پر اس بات کی کوشش کی کہ خود مسلمان شریعت کی بھرپور پابندی کریں، اس کے لیے اصلاح معاشرہ مہم، تفہیم شریعت مہم اور تحفظ شریعت مہم کے نام سے بورڈ نے مسلسل اصلاحی سرگرمیاں جاری رکھیں، اور یہ حقیقت ہے کہ شریعت پر ہونے والے بیرونی حملے اسی وقت کامیاب ہوتے ہیں جب اندرون مسلم معاشروں میں خود مسلمان شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں، سپریم کورٹ یا دیگر فسطائی طاقتوں کو شریعت میں تبدیلی کے مطالبہ کا موقع اسی وقت ملتا ہے جب خود مسلمان اپنے نزاعات کو قرآن وشریعت کی روشنی میں حل کرنے اور قرآن وشریعت کا فیصلہ قبول کرنے کے بجائے عدالتوں میں لے جاتے ہیں، حالیہ طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بھی مسلمانوں کے غیر شرعی طرز عمل کے سبب پیدا ہوا، سائرہ بانو یا دیگر چند خواتین نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا کر طلاق ثلاثہ کو کالعدم قرار دینے کی جو درخواست کی ہے اس کا اصل محرک ان کے شوہروں کا غیر شرعی طرز عمل تھا، کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس وقت عام مسلمان طلاق کا مطلب تین طلاق ہی سمجھتا ہے، بیشتر مسلمانوں کا خیال ہے کہ جب تک طلاق طلاق طلاق تین مرتبہ نہ کہا جائے طلاق پڑتی ہی نہیں، کیا یہ واقعہ نہیں کہ عائلی مسائل ونزاعات میں اکثر مسلمان اسلامی دارالقضاؤں سے رجوع ہونے کے بجائے عدالتوں کے چکر کاٹتے ہیں، ذرا پولیس اسٹیشنوں کا جائزہ لیجیے، ہر جگہ برقع پوش خواتین کی بھیڑ نظر آئے گی، جب دو مسلمانوں کے درمیان آپس میں نزاع پیدا ہوجائے یا میاں بیوی میں ناچاقی ہو تو کیا وہ دونوں اسلامی شریعت کے مطابق اپنے مسئلہ کو حل کرنے کے پابند نہیں ہیں؟ کیا مسلمانوں کا ہر معاملہ قرآن وسنت سے جڑا ہوا نہیں ہے؟ کیا ہم نے قرآن مجید کی وہ آیت نہیں پڑھی جس میں صاف الفاظ میں کہا گیا کہ مسلمان اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہوسکتے جب تک وہ اپنے معاملات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم نہ بنائیں، اور آپ کے فیصلے کو دل سے قبول نہ کریں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ بات قسم کھا کر نہیں فرمائی؟ کیا قرآن میں خدا کے فیصلہ کے خلاف فیصلہ کرنے والوں کو کافر، ظالم اور فاسق نہیں کہا گیا؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہم نے نہیں سنا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین وشریعت کے تابع نہ ہوجائے، جسے میں لے کر آیا ہوں۔ (لا یؤمن أحدکم حتی یکون ہواہ تبعالما جئت بہ)

ان سارے حقائق کے باوجود ہماری شریعت سے روگردانی اور دشمنوں کی جانب سے شریعت میں مداخلت پر واویلا مچانا کہیں ہمارے منافقانہ کردار کی نشاندہی تو نہیں کررہا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ شریعت کو دوسروں

سے کہیں زیادہ اپنوں سے خطرہ ہے، خود مسلمانوں نے شریعت کو کنارے لگا دیا ہے، مسلمان خود آمادہ نہیں کہ ان کے نزاعات میں شریعت کا عمل دخل ہو، اس وقت طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں حکومت کے خلاف ملت اسلامیہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کھڑی ہوگئی ہے، ہر جگہ دستخطی مہم عروج پر ہے، تمام مکاتب فکر کے مسلمان بہ بانگ دہل اعلان کررہے ہیں کہ وہ شریعت میں مداخلت کی کسی بھی کوشش کو ہرگز قبول نہیں کریں گے، یہ ایک خوش آئند بات ہے، لیکن اس کے ساتھ ہر مسلمان کو اس بات کا عہد کرنا ہے کہ وہ ازدواجی اور عائلی معاملات میں شریعت کی پابندی کرے گا، وہ چھوٹی موٹی باتوں پر طلاق کا خیال تک ذہن میں نہیں لائے گا، اگر طلاق ناگزیر ہوجائے تو طلاق کے شرعی طریقہ کے مطابق طلاق دے گا، تین طلاق دے کر دین وشریعت کا مذاق نہیں اڑائے گا، اس وقت حکومت سے اظہار برہمی کے لیے جس قدر احتجاج کیا جارہا ہے یا ریالیاں نکالی جاری ہیں، اس سے کہیں زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم ایک ایک مسلمان کے پاس پہونچ کر اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر گذارش کریں کہ بھائی طلاق، نکاح، خلع اور دیگر عائلی مسائل کا ضروری شرعی علم حاصل کرو، اور خدا کے واسطے زندگی کے ہر معاملہ میں شریعت کی پابندی کرو، جب تک مسلمان شریعت پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرکے خود کو نہیں بدلیں گے تب تک غیروں کی جانب سے شریعت کو بدلنے کا دروازہ کھلا رہے گا، اور جس وقت مسلمان اپنے ہر مسئلہ کو اسلامی دارالقضاء سے رجوع کرکے شریعت کے مطابق حل کرنے لگیں اس طور پر کہ عدالتوں سے رجوع ہونے والے برائے نام رہ جائیں، اس وقت دشمن شریعت میں تبدیلی کے تعلق سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہوجائیں گے، قرآن وسنت میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ شریعت کا تحفظ کریں، ارشاد نبوی ہے: إن الله فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا. (مشکوۃ، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) اللہ نے چند چیزوں کو فرض فرمایا ہے، تم انھیں ضائع نہ کرو، اور چند باتوں کو حرام کو ٹھہرایا ہے، ان کی خلاف ورزی نہ کرو، اور چند حدیں مقرر کی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو، نیز قرآن مجید میں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کی تاکید کی گئی ہے: ''واعتصموا بحبل الله جمیعا'' کیا ہمیں معلوم ہے کہ اللہ کی رسی کیا ہے؟ اللہ کی رسی اس کی شریعت اور اس کی کتاب ہے۔

مسلمانوں میں تحفظ شریعت کا شعور بیدار کرنے اور انھیں اپنے ہر معاملہ میں شریعت سے رجوع کروانے کے لیے درج ذیل اصلاحی سرگرمیوں کو تیز کرنا ہوگا:

۱۔ عام مسلمانوں کو عائلی وازدواجی مسائل کے شرعی علم سے آراستہ کرنے کے لیے شہر شہر، بستی بستی اور محلہ محلہ جلسوں کا انعقاد عمل میں لایا جائے۔

۲۔ مسلم نوجوانوں کی دینی تربیت کے لیے منصوبہ بند نظام العمل بنایا جائے، دعوتی واصلاحی تحریکوں سے انھیں مربوط کیا جائے، علماء اورائمہ کرام سے استفادہ کی انھیں تلقین کی جائے۔

۳۔ ہر بڑے شہر میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے تحت اسلامی دارالقضاء کا قیام عمل میں لایا جائے، اوراس کے ساتھ شہر کے عام مسلمانوں میں عائلی ونزاعی معاملات میں اسلامی دارالقضاء سے رجوع ہونے کا شعور بیدار کیا جائے۔

۴۔ خوفِ خدا اور آخرت میں جواب دہی کا احساس پیدا کرنے کے لیے عامۃ المسلمین میں دعوت واصلاح کا کام مؤثر انداز میں کیا جائے کہ اس کے بغیر شریعت پر عمل کی فکر پیدا نہ ہوگی، زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو دعوتی واصلاحی کوششوں سے مربوط کرنے کی مہم چلائی جائے۔

۵۔ ملتِ اسلامیہ کے عام افراد میں یہ احساس پیدا کیا جائے کہ ملک کی فرقہ پرست طاقتیں شریعتِ اسلامی میں مداخلت کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں، ایسے میں ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی فرقہ پرست طاقتوں کی سازشوں سے آگاہ رہے، اوراپنی کسی حرکت سے دشمنوں کو شریعت میں مداخلت کا موقع نہ دے۔

۶۔ حضرات علماء کرام مسلم وکلاء کے لیے تربیتی پروگراموں کا انعقاد کرتے رہیں، تاکہ انھیں شریعت کے عائلی وازدواجی قوانین سے بھرپور واقفیت ہو، اوران سے رجوع ہونے والے مسلمانوں کو وہ شریعت کے مطابق فیصلہ کروانے کی تلقین کرسکیں۔

۷۔ اہل علم اور دانشوروں کی ذمہ داری ہے کہ طلاق، تعدد ازواج اور وراثت وغیرہ کے اسلامی قوانین سے متعلق غیر مسلم دانشوروں اور میڈیا سے وابستہ افراد کو جو بدگمانیاں ہیں ان کا ازالہ کریں، اس کے لیے باقاعدہ مختلف پروگرام منعقد کیے جائیں جن میں انھیں مدعو کیا جائے۔

۸۔ اس وقت مسلمان بچوں کو دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے کے لئے جگہ جگہ مکاتب قائم کرنے کی بھی مزید ضرورت ہے۔

افادات اکابر

اسلام قیامت تک زندہ وتابندہ رہے گا

جمع وترتیب:۔ مفتی محمد عبدالحمید قاسمی کریمنگری

جامعہ صدیقیہ فیض العلم سالم پورہ، کریم نگر میں مفتی عبیداللہ صاحب اسعدی مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتورا باندہ نے علماء وحفاظ سے" ملک کے موجودہ حالات اور علماء کرام کی ذمہ داریاں" کے عنوان پر خطاب فرمایا جسے افادۂ عام کی غرض سے پیش کیا جارہا ہے۔ ازمرتب غفرلہٗ

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جس دین و مذہب سے ہم کو وابستہ کیا ہے، وہ دین اسلام ہے، دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے اسلام کے اصل معنیٰ سونپ دینے کے ہیں، مذہب اسلام کو بھی اسی لحاظ سے" اسلام" کہا جاتا ہے کہ ایک مسلم اپنے کو ہمہ تن خدائے واحد کے سپرد اور اس کے احکام کے سامنے بے چوں چرا سرتسلیم خم کردیتا ہے؛ دین اسلام کی تین خوبیاں ہیں۔

یہ دین دین فطرت ہے:۔

دین اسلام کی پہلی خوبی یہ ہے کہ" یہ دین دین فطرت ہے" کوئی بھی حکم فطرت کے خلاف نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوقات پیدا فرمائی اور انسان کو عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ انسان کے اندر کھانے پینے کپڑا پہننے وغیرہ کی ضروریات رکھیں تو بھوک پیاس کے تقاضے بھی رکھے جو انسان کی فطرت میں شامل ہے اور اس خوشی اور غم کے حدود قائم فرمائے چنانچہ مسلمان خوشی منائے مگر شریعت کے دائرے میں رہ کر کہ فضول خرچی نہ ہو کسی کو تکلیف نہ ہو کسی گناہ میں مبتلا نہ ہو ایسے ہی رنج وغم کے وقت آنسو بہ جائے کوئی مضائقہ نہیں مگر کپڑے پھاڑنا چیخنا چلانا بالکل پاگل بن جانا یہ حدود سے تجاوز ہے اسی طرح کپڑا پہن کر اپنے جسم کی ستر پوشی کرنا ہے مگر جن چیزوں کے پہننے سے شریعت نے منع کیا ہے اب ان کا استعمال درست نہیں ہوگا شریعت نے نکاح کو آسان کیا اگر کوئی رسم ورواج اور ناجائز اور حرام چیزوں جہیز اور جوڑے گھوڑے کی رقم کا اضافہ کردے یا نکاح کے علاوہ ناجائز راستوں کو تلاش کر کے اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کرے تو یہ شریعت کے حدود کو توڑنا اور پامال کرنا ہے، ایسے ہی کھانے اور پینے کی چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے حدود قائم فرمائے اگر کوئی حرام جانوروں اور

پرندوں کا گوشت، شراب اور جس جس چیز کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے اس کو کھائے پیے تو یہی چیز اللہ تعالیٰ کے متعین کیئے ہوئے حدود کی خلاف ورزی اور حدود کو توڑنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے حدود کو توڑنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت اور نافرمانی کرنا ہے اور ایک سچے مسلمان کی شان یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو چوں چرا کرے بغیر دل سے تسلیم کرے چاہے وہ حکم عقل کے مطابق ہو یا عقل کے مطابق نہ ہو۔

الغرض! شریعت کے سارے احکام میں حدود قائم ہے اور کوئی بھی حکم حکمت سے خالی نہیں ہے خواہ اس حکم کو انسان کی عقل تسلیم کرے یا نہ کرے، انسانی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ نے احکام بندوں پر نافذ فرمائے کوئی بھی حکم اللہ تعالیٰ نے اس کے فطرت کے خلاف نہیں رکھا ہے نیز اس کو ایسی چیز کا مکلف بھی نہیں بنایا جس کو وہ برداشت اور تحمل نہ کر سکے مگر فرشتوں میں یہ انسانی ضروریات اور تقاضے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رات دن اپنے ذکر کیلئے پابند رکھا کہ وہ اس حکم میں کمی زیادتی نہیں کر سکتے اور جس چیز کا ان کو حکم دیا جاتا ہے تو اس حکم کے بجالانے میں نافرمانی نہیں کرتے۔ بہر حال فطرت سے بغاوت گمراہی کے راستے کی طرف جانا ہے بعض دفعہ کسی کام کا جذبہ صحیح ہوتا ہے لیکن فیصلہ غلط ہوتا ہے عیسائیوں میں رہبانیت کا جذبہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تھا صحیح جذبہ تھا مگر فطرت کے خلاف تھا ممکن ہے اپنے پیغمبر و پیشوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نکاح نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہو لیکن فیصلہ غلط تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو رہبانیت کا حکم بھی نہیں دیا تھا اور وہ اس کو نبھا بھی نہیں سکے شریعت نے تجرد کی زندگی کی ہمت افزائی نہیں کی بلکہ نکاح کو ضرورت اور کمال بتلایا نیز نکاح انبیاء کرام کی سنت ہے اور خود نبی کریم ﷺ نے اپنے قول "النکاح من سنتی" (نکاح میری سنت ہے) کے علاوہ گیارہ نکاح فرما کر عملی نمونہ بھی پیش فرمایا۔

یہ دین جامع اور مکمل ہے:-

دین اسلام کی دوسری خوبی یہ ہے کہ " یہ دین جامع اور مکمل ہے" دنیوی زندگی میں عادتاً جو حالات بھی پیش آسکتے ہیں ہر حال کا حکم اس شریعت میں موجود ہے پیدائش سے وفات تک عقائد، عبادات، آپس میں معاملات اور لین دین کا طریقہ اور حسن معاشرت یعنی آپس میں زندگی گزارنے کے طور طریقے، اخلاقیات الغرض ہر ہر چیز کی قدم قدم پر رہنمائی کی گئ ہے کوئی بھی شعبہ اسلامی تعلیمات سے خالی نہیں ہے نیز اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ میں "وَاُولِى الْاَمْرِ " کے تحت حکام کے ساتھ علماء بھی داخل ہیں قرآن و حدیث میں جو مسئلہ نہ ملے تو علماء امت کے اقوال و افعال میں ضرور رہنمائی مل جائیگی مگر بعض لوگ افراط میں مبتلا ہو گئے اور دین میں اضافہ کر دئے اور بعض لوگ تفریط میں مبتلا ہو گئے اور دین میں کمی کر دئے اور لوگوں نے بھی

اسی کو دین سمجھ لیا خواہ وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہو یا نہ ہو حتیٰ کہ برادران وطن بھی مسلمانوں کے بعض اعمال جو شریعت کے خلاف ہیں مثلاً مسلمانوں کا مخصوص شکل میں مزارات پر جانے وغیرہ اعمال کو خالص اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کا دین سمجھ لیا، کسی بھی نیک عمل کو جو شریعت کی حد سے باہر ہو ہرگز ہرگز دین قرار نہیں دیا جا سکتا صحابہؓ نے بھی رات بھر جاگ کر نمازیں پڑھنے اور دن میں روزہ رکھنے کا ارادہ کیا تھا صحابہؓ کا ارادہ نیک نیتی پر تھا صحابہؓ کے بارے میں غلط سوچا بھی نہیں جا سکتا کیونکہ صحابہؓ کی جماعت مقدس منتخب اور گناہوں سے محفوظ جماعت ہے صحابہؓ کی نیت صحیح تھی مگر فیصلہ غلط تھا اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

یہ دین دین ابدی ہے:-

اسلام کی تیسری خوبی یہ ہے کہ" یہ دین دین ابدی ہے" جو احکام خاتم الانبیاء اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے وہی خدا کا دین" دین اسلام" ہے اور دین اسلام کو چھوڑ کر کہیں بھی ابدی نجات اور حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی اور ان شاء اللہ یہ دین قیامت تک کے لئے زندہ و تابندہ رہے گا۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں کو پیغام اور علماء کی ذمہ داریاں:-

رہی بات حالات کی تو ہم سب کا عقیدہ ہے کہ جو ہوا ہے جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے درخت کا ایک پتا بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ہل نہیں سکتا، موجودہ حالات بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں جہاں ہمارا اقتدار ہے وہاں بھی تو حالات ہیں تو جہاں اقتدار ہی نہیں ہے وہاں اگر حالات پیش آجائے تو مایوس اور ناامید ہونا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ امتحان درجہ بہ درجہ لیتے ہیں انبیاء کا امتحان ان کے شایان شان ہوتا ہے اولیاء کرام کا امتحان ان کے شایان شان ہوتا ہے ہم جیسوں کا امتحان ہمارے حال کے مطابق ہوتا ہے؛ لہٰذا ایسے وقت میں علماء کی ذمہ داری ہے کہ شریعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامیں، اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ اپنی خدمات انجام دیں، اپنی خدمات کو کمتر نہ سمجھیں، اس لئے کہ کبھی گاؤں، دیہات میں پڑھانے والا وہ مقام حاصل کر لیتا ہے جو مقام شہر کے مفتیِ اعظم کا ہوتا ہے، بغیر تحقیق کے مسئلہ بیان نہ کریں، چھوٹوں سے مسئلہ پوچھنے میں شرم نہ کریں، مساجد و مدارس کو آباد کریں، امامت وخطابت کو ملازمت کے طور پر نہیں بلکہ دینی خدمت سمجھیں اور دل میں امت کی فکر اور تڑپ پیدا کریں، ضروری اور بنیادی دینی تعلیم دیکر امت کے ایمان کو بچانے کی فکر کریں اور گاؤں گاؤں، محلہ محلہ، گلی گلی، مکاتب قائم کریں، جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ قادیانیت یا کوئی بھی فتنہ اس علاقے میں پیدا نہیں ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمارے اعمال کو قبول فرما کر تادم حیات استقامت کے ساتھ دینی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گوشۂ اطفال

اللہ ہمارا محافظ ہے

حضرت ذو النون مصریؒ ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں، ایک دن وہ کپڑے دھونے کے لئے دریائے نیل کے کنارے تشریف لے گئے، اچانک انھیں ایک موٹا بچھو دکھائی دیا جو دریا کے کنارے کی طرف جا رہا تھا، جب وہ کنارے پر پہونچا تو دریا سے ایک کچھوا نکلا اور پانی کے اوپر تیرنے لگا، بچھو نے اُسے دیکھا تو کود کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا، کچھوا اُسے لے کر دوسرے کنارے کی طرف چل دیا۔

حضرت ذو النون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں لنگی باندھ کر دریا میں اُتر گیا اور ان دونوں کو دیکھتا رہا، یہاں تک کہ وہ دریا کے اُس پار پہنچ گئے، وہاں پہنچ کر بچھو کچھوے کی پیٹھ سے اُترا اور زمین پر چلنے لگا، میں بھی دریا سے نکل کر اس کے پیچھے ہو لیا۔

چلتے چلتے میں نے دیکھا کہ ایک گھنے درخت کی چھاؤں میں ایک نوجوان لڑکا گہری نیند سو رہا ہے، میں نے دل میں کہا: یہ بچھو دوسری طرف سے اس نوجوان کو کاٹنے آیا ہے، ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک مجھے ایک زہریلا سانپ دکھائی دیا جو پھن اُٹھا کر لڑکے کی طرف بڑھ رہا ہے، لیکن ابھی وہ لڑکے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ بچھو آگے بڑھا اور سانپ کے سر سے چمٹ کر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر میں سانپ مر گیا، پھر بچھو واپس کنارے کی طرف لوٹ آیا، وہاں کچھوا اس کا انتظار کر رہا تھا، بچھو کچھوے کی پیٹھ پر سوار ہو کر دوبارہ اس پار جا پہنچا جہاں سے آیا تھا۔

یہ عجیب منظر دیکھ کر میں کہنے لگا: اے چین سے سونے والے! اللہ تعالیٰ کتنے بہتر انداز میں خوفناک چیزوں سے تیری حفاظت کر رہے ہیں! تجھ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں برس رہی ہیں اور تو غفلت کی نیند سو رہا ہے۔ میری آواز سن کر نوجوان جاگ اُٹھا، میں نے اُسے سارا قصہ سنایا، اس پر واقعہ اتنا اثر ہوا کہ اس نے اپنے کھیل کود کی زندگی سے توبہ کی اور تمام عمر اچھے کاموں میں لگا دی۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ ہی ہماری حفاظت کرتے ہیں اور ہمیں بہت سی تکلیف دہ چیزوں سے بچانے کے لئے طرح طرح کے انتظامات فرماتے ہیں، اس لئے ہمیں پریشانیوں اور برائیوں سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرنی چاہیئے۔

(ماخوذ از: سچی کہانیاں اور تربیتی باتیں ص: ۳۳، ۳۴)

راہِ حق قسط (۸)

مولانا محمد فاروق صاحب مفتاحی رحمہ اللہ

گنگا سے زمزم تک

حضرت مولانا محمد فاروق صاحب مفتاحی کشٹاپوری رحمہ اللہ ریاست تلنگانہ کے مؤقر عالمِ دین، دارالعلوم حیدرآباد اور مدرسہ فیض القرآن کشٹاپور کے مایہ ناز مدرس اور ناظم تھے، اُن کا خاندانی پس منظر اور اس کی تفصیلات خود حضرت مولانا رحمہ اللہ نے املا کروادی تھی، مولانا عرفات اعجاز اعظمی صاحب نے اس کو مرتب اور مہذب کر دیا ہے، بڑی دلچسپ روداد اور عبرت خیز داستان ہے، افادہ کے لئے قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ از مرتب غفرلہٗ

مدرسہ فیض القرآن کے قیام کے بعد اطراف وجوانب کے علاقوں میں دینی بیداری کی ایک لہر ڈور گئی۔ ابتدا میں تو ہم لوگ آس پاس کے گاؤں سے ایک ایک دو دو بچے چندہ کر کے لاتے تھے اور ان کی تعلیم کا انتظام کرتے تھے، مگر رفتہ رفتہ مدرسہ کی ترقی کے ساتھ بڑی تعداد میں طلبہ داخل ہونے شروع ہو گئے۔

اس ادارہ سے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام ہو گیا، مگر بچیوں کی دینی تعلیم کا علاقے میں کہیں انتظام نہیں تھا، ہم لوگ اس سلسلہ میں فکرمند تھے، مگر یہ ایسا نازک مسئلہ تھا کہ اس پر عمل کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، عوام کی طرف سے اس کا تقاضہ بھی ہوتا رہتا تھا کہ لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک ادارہ قائم ہونا چاہیے۔ جب یہ تقاضہ شدید ہونے لگا تو ہم لوگوں نے اس کے سلسلہ میں مشورہ کیا۔ اکثر شرکا نے موافقت کی، چند حضرات نے اس کی مخالفت بھی کی مگر پھر بعد میں وہ بھی متفق ہو گئے۔ باتفاق رائے خدا کا نام لے کر رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء میں ''جامعۃ الطیبات'' کے نام سے اس ادارے کی بنیاد رکھی گئی۔ ابتدا میں صرف بیس پچیس بچیاں تھیں، رفتہ رفتہ یہ ادارہ کامیابی کی طرف بڑھتا رہا اور اس کے نمایاں اثرات آس پاس کے علاقوں میں نظر آنے لگے۔

لڑکیوں کی تعلیم کے لیے جو نصاب اور تربیت کے لیے جو نظام بنایا گیا تھا، وہ اس وقت کے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر تھا، جو الحمدللہ بہت کامیاب ہوا۔ نصاب تین طرح کا تشکیل دیا گیا: پہلا چالیس دن

کا، دوسرا چار مہینے کا اور تیسرا چار سال کا۔ چالیس دن کا نصاب عمر دراز شادی شدہ عورتوں کے لیے تھا، جن کے پاس وقت بہت کم رہتا ہے، ان کی اپنی گھریلو مشغولیت زیادہ رہتی ہیں۔ان چالیس دنوں میں ان کو نماز کی عملی مشق کرائی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ چھوٹی چھوٹی سورتیں اور دعائیں بھی یاد کرائی جاتی ہیں، جیسے رات میں سونے کی دعا، صبح اٹھنے کی دعا، کھانے سے پہلے اور بعد کی دعا، بیت الخلاء جانے اور نکلنے کی دعا۔ وقتاً فوقتاً ان کے لیے تربیتی بیان بھی رکھا جاتا ہے، جس میں شوہر کے حقوق، بچوں کی تربیت کا طریقہ، ساس سسر کے حقوق وغیرہ اوراس کے علاوہ بنیادی تربیتی باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

چار مہینے کا نصاب ان لڑکیوں کے لیے تھا جو شادی کے لائق ہو چکی ہیں۔شادی کے دن قریب ہونے کی وجہ سے ان کے پاس وقت کی قلت ہوتی ہے اور آئندہ زندگی نہ جانے کس ماحول میں گزرے، اس لیے ان کو بنیادی ضروری چیزیں بتا کر چار مہینے میں فارغ کر دیا جاتا ہے۔

چار سال کا نصاب کم عمر بچیوں کے لیے تھا جن کے وقت میں گنجائش ہو اور اخراجات وغیرہ کا بھی تحمل کر سکیں اس نصاب میں عموماً دس سال کی عمر کی بچیاں شریک ہوتی ہیں اور چار سال میں اپنی تعلیم مکمل کر کے وطن واپس لوٹ جاتی ہیں۔

الحمد للہ نصاب کی اس ترتیب سے بہت فائدہ ہوا، اطراف واکناف میں اس کے نتائج بہت اچھے نظر آئے۔ ہمارے پرگی حلقہ کے علاقوں میں مثلاً تانڈور، وقارآباد وغیرہ میں بہت سی ایسی رسمیں رائج تھیں جن کا سنت وشریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، مگر دین کے نام پر مروج تھیں۔اس ادارے کی وجہ سے بہت حد تک ان پر روک لگی، گھروں کا ماحول بدلا، جن گھروں میں محرم بہت اہتمام اور احترام سے منایا جاتا تھا، جس میں عورتیں پیش پیش ہوتی تھیں، وہ اس لعنت سے پاک ہوئے۔ آج الحمد للہ اسی کی برکت سے علاقہ کے کسی گھر میں محرم نہیں منایا جاتا۔اسی طرح سے رجب کے اعمال جن میں فاتحہ، کھیر اور پوریاں عبادت کا درجہ حاصل کر چکی تھیں، رخصت ہوئے۔لہو ولعب اور فضولیات شب برأت کا جزوِ لازم بن چکے تھے، رات کی عبادت اور دن کے روزے کی کسی کو خبر نہیں تھی، معاشرہ اس گندگی سے پاک ہوا۔شادی بیاہ کی بے جا رسومات تقریباً ختم ہو گئیں۔شادی میں فضول خرچی کی قباحت لوگوں کے دلوں بیٹھ گئی، مہر نقد دینے کا رواج ہوا۔عورتوں میں رائج بہت سے باطل عقائد کا صفایا ہوا۔

ان دونوں اداروں کے قیام سے عیسائیت، قادیانیت اور شیعیت کو بھی لگام لگی جو اس علاقے میں اپنے پر پرزے نکال رہے تھے۔تعلقہ پرگی کی ایک بستی 'امن کیاب' میں مستقل عیسائیوں نے کیمپ لگا رکھا تھا اور

دین مسیح کی تبلیغ کر رہے تھے۔فیض القرآن کے ذمہ داروں کو اس کی خبر ملی تو وہاں گئے،لوگوں کو سمجھایا اور ان کو کیمپ اٹھانے پر مجبور کیا۔اس کے قریب ایک بستی ’گٹ پلی‘ میں بھی ان لوگوں نے با قاعدہ کیمپ لگا کر وہاں کے مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔وہیں کا ایک طالب علم فیض القرآن میں پڑھتا تھا،اس کے گھر والوں سے ہم کو اس کی خبر ملی۔وہاں گئے،مسلمانوں سے بات کرنے کی کوشش کی تو وہ بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔پھر دوبارا پرگی کے ذمہ دار،صدر کمیٹی جناب یوسف صاحب اور دیگر ذمہ داروں کو لے کر پہنچے،لوگوں کو جمع کر کے سمجھایا گیا کہ ’آپ لوگ مسلمان ہیں،اللہ نے آپ لوگوں کو ایمان کی دولت سے نوازا ہے،اس کو چھوڑ کر کفر و شرک میں کیوں پڑ رہے ہیں؟‘ ہماری بات مغرب بعد سے دو بجے رات تک چلتی رہی۔گفتگو ختم ہونے کے بعد ایک سنجیدہ نوجوان ہم لوگوں کے پاس آیا اور کہا کہ ’مولانا! آپ لوگوں نے ہم کو سمجھایا اور ہم لوگ سمجھ بھی گئے،مگر اصل مسئلہ حق اور ناحق کا نہیں ہے،بلکہ دینی تعلیم کے فقدان کا ہے۔اس بستی میں نہ کوئی دین کے بارے میں بتانے والا ہے اور نہ دینی تعلیم سے کوئی واقف ہے۔آپ لوگ آج آئے ہیں،کل صبح چلے جائیں گے،پھر مہینہ دو مہینہ بعد واپسی ہوگی،اس کے مقابلہ میں وہ لوگ روزانہ صبح میں آتے ہیں،دین مسیح کی تبلیغ کے ساتھ بستی والوں کی خدمت بھی کرتے ہیں،کوئی بیمار ہو تو اس کی دوا، پرہیز ہر چیز کا انتظام کرتے ہیں،بستی والوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ بستی کے لوگ ارتداد سے دور رہیں تو اس کے لیے آپ لوگوں کو کسی ایسے آدمی کا انتظام کرنا ہوگا جو بستی میں رہ کر لوگوں کو دینِ حق سے روشناش کرائے۔‘ نوجوان کی یہ بات معقول اور دل کو لگتی ہوئی محسوس ہوئی، ارتداد کے سیلاب پر اس طرح آسانی سے بندھ باندھا جاسکتا ہے۔ہم لوگوں نے معلوم کیا کہ بستی میں مسجد ہے کہ نہیں؟ معلوم ہوا کہ مسجد نہیں ہے عاشورخانہ ہے ۔اسی رات ہم لوگ اور بستی کے تمام لوگ عاشورخانہ پہنچے،وہ بھی مکمل نہیں تھا،صرف تین ساڑھے تین فٹ دیوار اٹھی ہوئی تھی،چھت ندارد۔اس میں علم رکھا جاتا اور محرم کی دیگر رسومات ادا کی جاتیں۔ہم لوگوں نے پوچھا کہ اگر اس کو لے کر مسجد بنا دیں تو کسی کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟‘ لوگوں نے کہا ’نہیں،بہت خوشی سے آپ لوگ اس کو مسجد بنائیں،یہ علم وغیرہ سب یہاں سے ہٹا لیے جائیں گے۔‘ چنانچہ طے ہوا کہ جلد از جلد اس کی دیواریں مکمل کرا کے اس پر چھت ڈال دی جائے۔اس کے بعد لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے احتیاطاً سب کو کلمہ پڑھایا گیا،اس کے بعد عشا کی نماز ہوئی اور لوگ رخصت ہوئے۔

اس واقعہ کے بعد اس بستی کی زیادہ فکر رہنے لگی۔حیدرآباد جا کر حضرت مولانا عاقل حسامی صاحب سے اس کا واقعے کو ذکر کیا گیا اور مسجد کے انتظام کے لیے کہا گیا۔حضرت نے فرمایا کہ ’مکمل مسجد کی تعمیر کے لیے اچھی

خاصی رقم درکار ہے، جس کا ابھی میرے پاس انتظام نہیں ہے۔ کچھ پیسے لے لو اور عارضی طور پر ٹین وغیرہ ڈال کر نماز کا آغاز کرادو' حضرت سے رقم لے کر ٹین خریدا گیا اور ایک مستری لے کر دیواریں مکمل کرائی گئیں، اور ایک عالم دین جو ہمارے ہی شاگرد ہیں، ان کو سمجھا بجھا کر، حالات کی نزاکت بتلا کر وہاں رکھ دیا گیا۔ اب وہاں ماشاء اللہ بہت اچھا دینی ماحول ہے، کئی لڑکے وہاں کے پڑھ کے فارغ ہو چکے ہیں اور بقدر استطاعت دین کی خدمت کررہے ہیں۔ اور حضرت مولانا عاقل صاحب کی توجہ سے اس گاؤں میں ایک عمدہ مسجد بھی تیار ہوگئی ہے، جس کی زمین تقریباً پندرہ یا سولہ ہزار میں خریدی گئی تھی۔

گٹ پلی کے اس واقعہ نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔ اطراف کی بستیوں کو ہم نے دیکھنا شروع کیا، کم وبیش ہر جگہ حالات ایک ہی جیسے تھے۔ جہاں جہاں ہم لوگوں نے ضرورت محسوس کی مکتب قائم کر کے استاذ کا انتظام کیا جو بچوں کی تعلیم کے ساتھ بڑوں کو دین کی طرف متوجہ کرتا رہے۔ بہت سے گاؤں ایسے تھے جہاں یا تو مسجد نہیں تھی اور اگر تھی تو انتہائی بوسیدہ۔ وہاں فوری طور پر مسجد بنائی گئی اور مسجد میں تعلیم کے لیے صبح وشام کا مدرسہ قائم کیا گیا جس سے لوگوں کا رجحان نماز اور دینی تعلیم کی طرف بڑھا۔

فیض القرآن اور جامعۃ الطیبات کی برکت سے حلقہ پرگی میں محرم، تعزیہ اور دیگر لغویات کا تقریباً خاتمہ ہوگیا۔ شادی وغیرہ کی بے جا رسومات پر بہت حد تک قابو ہوگیا، ایک دو رسمیں جو باقی ہیں وہ بھی دمِ اخیر میں ہیں، دیہات کے بچے جو یکسر تعلیم سے نابلد تھے، اب ماشاء اللہ خاصی تعداد میں حافظ، عالم، فاضل بن رہے ہیں، ہمارے ادارے کے خاصے بچے یہاں کی تعلیم مکمل کر کے دیگر بڑے اداروں میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ جیسے مولانا عاقل صاحب کا مدرسہ 'جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد'، 'دارالعلوم سبیل السلام'، 'اشرف العلوم اکبر باغ، حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی صاحب کا مدرسہ "مدرسہ شیخ الاسلام اعظم گڑھ" گجرات کے مدارس، ام المدارس دارالعلوم دیوبند وغیرہ۔ (جاری۔۔۔۔۔)

فقہ وفتاویٰ

اذان ونماز سے متعلق چند احکام

از: مولانا مفتی ندیم الدین قاسمی*

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران اذان شروع ہو جانا

سوال: اگر قرآن کریم کی تلاوت کے دوران اذان شروع ہو جائے تو کیا جواب دینا ضروری ہے؟ یا تلاوت کو جاری رکھنا چاہیے؟

جواب: اگر اذان کے وقت مسجد میں تلاوت کر رہا ہے تو تلاوت جاری رکھنے کی اجازت ہے، اذان کا جواب دینا اس پر لازم نہیں البتہ مستحب ہے، اور اگر اذان کے وقت مکان میں ہو تو یہ دیکھیں کہ اس کے محلے کی مسجد کی اذان ہے یا دوسری مسجد کی، اگر دوسرے محلے کی مسجد کی اذان ہیں تو اس کا جواب نہ دے، اور اگر اسی محلے کی مسجد کی اذان ہے تو تلاوت موقوف کر کے اذان کا جواب دینا چاہیے۔ (کتاب النوازل: ۳/ ۳۸۳)

وضو کے دوران اذان کا جواب

سوال: وضو کے درمیان اذان کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وضو کرتے ہوئے اذان شروع ہو جائے تو وضو کرتے ہوئے بھی اذان کا جواب دینا چاہیے۔

(کتاب النوازل: ۳/ ۳۸۳)

تکبیرات اِقامت بیٹھ کر سننا یا کھڑے ہو کر

سوال: تکبیرات اقامت بیٹھ کر سننا مستحب ہے یا کھڑے ہو کر؟

جواب: جماعت میں صفوں کی درستگی کا اہتمام لازم ہیں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ شروع تکبیر سے ہی کھڑے ہو کر صفیں بنائی جائیں، لہذا جیسے ہی موذن تکبیر شروع کرے نمازیوں کو صفیں درست کرنے کی فکر کرنا چاہئے، البتہ اگر پہلے سے تمام لوگ صف بنائے بیٹھے ہوں اور امام بھی وہیں موجود ہوں، تو اس وقت حی علی الصلاہ پر سب لوگ کھڑے ہو، یہ حکم ایک ادب اور استحباب کی حیثیت رکھتا ہے، اگر کسی ادب پر اس طرح اصرار کیا جانے لگے کہ لوگ اسے واجب یا فرض سمجھیں تو یہ ادب بدعت کے دائرے میں آجاتا ہے جس سے بہر حال اجتناب لازم ہے۔ (کتاب النوازل: ۳/ ۳۵۷)

---

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

نماز میں پیر پھیلا کر ٹھہرنا

سوال: بعض لوگ عادتاً نماز میں پیر چیر کھڑے ہوتے ہیں کیا اس طرح کھڑے ہونا سنت ہے؟

جواب: نماز میں پیر چیر کر کھڑا ہونا خلافِ سنت ہے، کسی حدیث سے اس کا ثبوت نہیں البتہ احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کندھے سے کندھے ملا کر اس طرح کھڑا ہونا چاہیئے کہ بیچ میں کوئی خلل نہ رہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۷/۷۰)

صفِ اول میں جگہ ہونے کے باوجود دوسری صف میں کھڑا ہونا

سوال: بعض لوگ صفِ اول میں جگہ ہونے کے باوجود دوسری صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں تو ان کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

جواب: صفِ اول میں جگہ رہنے کے باوجود پیچھے صف بنانے والوں کی نماز ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (مستفاد از فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۴۱۳)

تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے سجدہ سہو میں چلا جانا

سوال: اگر وضو کر کے آئے اور تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے سجدہ ہی میں چلا جائے جس طرح سجدہ تلاوت کرتے ہوئے سجدہ میں تکبیر کہتے ہوئے چلے جاتے ہیں تو اس طرح تکبیر تحریمہ کہنے سے اس کی اقتدا درست ہوئی یا نہیں؟

جواب: پوچھی گئی صورت میں ایسے شخص کی اقتدا صحیح نہیں اس لئے کہ اس نے حالتِ قیام میں تکبیر تحریمہ نہیں کہی، حالاں کہ تکبیر تحریمہ بحالتِ قیام کہنا فرض ہے، اس فرض کے ترک کرنے کی وجہ سے مقتدی کی نماز درست نہ ہوگی۔ (مستفاد از فتاویٰ قاسمیہ: ۷/۱۲۷)

ثناء کے دوران اگر امام قرأت شروع کر دے

سوال: امام صاحب تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ایک شخص نماز میں شریک ہوا جیسے ہی اس نے ثنا شروع کی تو فوراً امام نے تلاوت شروع کر دی کیا شریک ہونے والا شخص اپنی ثناء مکمل کرے یا امام کی قرأت شروع ہوتے ہی خاموش ہو جائے۔

جواب: اگر جہری نماز ہے تو امام کے قرأت شروع کر دینے پر ہر مقتدی کو ثناء وغیرہ کا سلسلہ ختم کر دینا چاہیئے اور امام کی قرأت کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے اور سری نماز میں مقتدی بہر حال ثناء پڑھ سکتا ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاویٰ: ۳/۳۲۸)